فکر و نظر............ اسلام آباد جلد: ۴۶ شمارہ: ۳

''اسرائیل سے اسرائیل تک''
ایک لمحہ فکریہ

ڈاکٹر ابرار محی الدین مرزا☆

بیسویں صدی عیسوی انسانیت کو کچھ ایسے خوفناک مسائل سے دو چار کر گئی ہے جن کا تدارک بنی نوع انسان شاید کبھی بھی نہ کر سکے۔ دو عالمگیر جنگوں میں کروڑوں انسانوں کا خاتمہ، مسلمانوں کی سیاسی وحدت کا خاتمہ، اس سیاسی خاتمے کو عالمی قوانین کے تحت تسلیم شدہ بنانے کے لئے یہودیوں کے ہاتھوں اقوام متحدہ کا قیام تاکہ مسلمان دوبارہ کبھی عالمی سیاست میں ایک اکائی کے طور پر حصہ نہ لے سکیں، پھر اسی اقوام متحدہ کے سہارے مسلمانوں کے درمیان ایک یہودی ریاست کا غیر آئینی قیام، سوویت یونین کا خاتمہ اور دنیا کا ایک سوپر پاور کے عالمگیر اقتدار کی ہوس کی زد میں آنا طاقت کے زور پر کمزور ملکوں پر چڑھ دوڑنا اور پھر اس ''فتح'' (ریاستی دہشت گردی) کے خلاف اٹھنے والی تہذیبی و سیاسی تحریکوں کو کچلنے کے لئے ہمہ قسم کی طاقت کا استعمال یہ وہ سیاسی منظر نامہ ہے جو کاش وجود میں نہ آیا ہوتا۔

مذکورہ ہولناکیوں کے ساتھ ساتھ یہ دور مادی ارتقاء کے عروج کا دور بھی ہے۔ اس مادی ارتقاء نے دنیا کو سمیٹ کر ایک بستی بنا دیا ہے۔ مختلف علاقوں کے لوگ اتنے قریب آ گئے ہیں کہ قبل ازیں اس قربت کا تصور بھی ناممکن تھا۔ یہ گلوبلائزیشن بجائے اس کے کہ بنی نوع انسان کے مسائل حل کرتی لوگ ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتے ایک دوسرے کے مسائل حل کرتے دنیا سے جہالت اور غربت کا خاتمہ ہوتا اور لوگ ماضی کے مقابلے میں زیادہ امن و سکون سے رہتے، اس کے برعکس اس کا اثر یہ ہوا کہ انسان انسان کے ہاتھوں دہشت گردی کا شکار ہو رہا ہے۔ یہ دہشت گردی کہیں سیاسی ہے کہیں قوم پرستانہ ہے کہیں معاشی ہے اور کہیں تہذیبی۔ اس دہشت گردی کے ساتھ ساتھ اس گلوبلائزیشن نے ریاستی دہشت گردی کو بھی جنم دیا جس نے کمزور ممالک کے وجود کے لئے خطرات پیدا کر دیے۔ اس گلوبلائزیشن نے ایک عالمی معاشی استحصالی نظام کو جنم دیا جس کی پیدا کردہ مصنوعی مہنگائی دنیا کے غریب کو مزید غریب بنا رہی ہے اور دولت کو عالمی سطح پر چند سو خاندانوں کی تجوریوں میں تیزی سے منتقل کر رہی ہے۔ جس اخلاقی بے راہ روی نے یورپ اور امریکہ کے معاشروں کو تباہ

☆ شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

DMHL

کر کے رکھ دیا اس سمٹاؤ (گلوبلائزیشن) کی وجہ سے وہ اب مسلم معاشروں پر میڈیا کے ذریعے مسلط کی جاری ہے۔ جمہوری آزادی کے نام پر غریب ممالک بالخصوص مسلم ممالک میں سیاسی عدم استحکام پیدا کیا جاتا ہے تاکہ یہ اپنے ماضی کی طرف نہ جانے پائیں۔ یہ جمہوری آزادی جب ان ممالک میں معاشی صورتحال کو مخدوش کرتی ہے تو پھر ''معاشی استحکام'' پیدا کرنے والے عالمی ادارے ورلڈ بنک وغیرہ ان ممالک میں ''معاشی استحکام'' پیداکرتے ہیں جس کی خاطر ان ممالک کو بھاری شرح سود پر قرض دیے جاتے ہیں۔ یہ قرضے کسی قسم کا سیاسی یا معاشی استحکام تو پیدا نہیں کر سکتے البتہ ملکوں کو سود کی قسطوں کی ادائیگی کی فکر میں مبتلا کر دیتے ہیں پھر اس معاشی استحکام کے لیے ان ممالک میں ایسے 'محبّ وطن طبقے' کو اقتدار میں لایا جاتا ہے جو ان میں سے بیشتر قرضوں کو ہڑپ کرتا اور دنیا کے امراء کی صف میں جگہ بنانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یوں اس گلوبلائزیشن کے مسلط کردہ استحصال کے چنگل میں پوری دنیا جکڑی جا چکی ہے۔ اس جکڑن کا مرکز کہاں ہے اوّل تو یہ بحث چھڑتی نہیں اگر کہیں چھڑتی ہے تو مسائل کی نشاندہی کے لئے رازی و غزالی، رومی و اقبال کے ایسے ''ورثا'' تلاش کر کر کے شریک بحث کئے جاتے ہیں جن کو نہ اپنے ماضی کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی مستقبل میں تعمیر ملت کی تڑپ ان میں پائی جاتی ہے یہ علمی بے چارے مسائل کا حل تو کیا بتائیں گے مسائل کی نشاندہی بھی نہیں کر پاتے۔ ایسے مفکرین کی زیارت .T.V کے کسی بھی چینل یا اخبارات کے Paid لکھاریوں کی شکل میں کی جا سکتی ہے۔

انسانی معاشرہ کا خاصہ ہے کہ انسان ہی انسان کے لئے مسائل پیدا کرتا ہے اور انسان ہی انسان کے مسائل حل کرتا ہے۔ مسائل کے حل کا طریق کار یہ نہیں ہوتا کہ حالات و واقعات کے تسلسل کی کڑیوں میں سے کسی ایک کڑی کو لے کر اس پر غور و فکر شروع کر دیا جائے بلکہ مسائل کے حل کا صحیح طریق کار یہ ہوتا ہے کہ دیکھا جائے۔

۱۔ یہ مسئلہ کس نے پیدا کیا اور کیوں کیا؟
۲۔ اس کا ماضی سے کیا تعلق ہے ؟
۳۔ کیا ماضی میں یہ مسئلہ پیدا ہوا، کس نے پیدا کیا تھا اور کس نے اس کا حل ڈھونڈا۔
۴۔ اب اسکا حل کیا ہو سکتا ہے۔؟

قوموں کے درمیان آج کے تمام اختلافات کی بنیاد ماضی کے اوراق میں موجود ہے اس دور کا نہایت متنازعہ امریکی مصنف سموئیل پی ہنٹنگٹن اپنی تصنیف ''تہذیبوں کا تصادم'' میں کہتا ہے کہ ''سب سیاستدانوں اور سکالرز کو یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ سب سے خطرناک دشمنیاں دنیا کی

تہذیبوں میں شروع سے موجود ہیں''(۱) یہ اختلاف تہذیب و تمدن کا اختلاف ہوتا ہے۔ مثبت تہذیبی رویے رکھنے والے افراد و اقوام قوموں کے دکھوں کا مداوا ہوتے ہیں جبکہ منفی تہذیبی رویے رکھنے والے افراد و اقوام کا کام مسائل پیدا کرنا ہوتا ہے۔ خدا خوفی، محنت، ایثار، عدل اور مساوات مثبت تہذیبی رویے ہیں جبکہ خدا سے بے خوفی، کاہلی، ہوس زر، ظلم اور نسلی تعلّی منفی تہذیبی رویے کہلاتے ہیں۔ خالق کائنات نے قوموں کا عروج مذکورہ بالا (اخلاق حسنہ کے) پانچ اصولوں میں رکھا ہے۔ ان عناصر خمسہ کی تشریح کا حق بھی اسی کو ہے جس نے یہ اصول خمسہ بیان کئے ہیں۔ اس بناء پر ان کی تشریح بھی وہی مفید ہو گی جو شارح خود کرتا ہے۔ عروج اقوام کے ان عناصر خمسہ کی کوئی من پسند تشریح کرنے کا انسان کو اختیار نہیں ہے۔ قومیں جب زوال کی طرف لپکتی ہیں تو ان عناصر کی خلاف ورزی ہی کھلے بندوں نہیں کیا کرتی ہیں بلکہ ان عناصر کی تشریح و توضیح بھی اپنی مرضی سے کر کے ان کو پھر ازمز کا نام دیتی ہیں بداخلاقی کو Liberlism کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔ (Isms) خدا سے بے خوفی کو Humanism کی شکل دی جاتی ہے۔ احکام الٰہیہ سے کبھی Rationalism کے نام سے چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے اور کبھی اسے Enlightenment کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اخلاق حسنہ کے اصول خمسہ سے براہ راست جان چھڑانے کی بجائے، ترقی اور تجدد کا نعرہ بلند کر کے، بدلتے حالات کے تقاضوں کی تکمیل کی خاطر یا نظریہ ضرورت کی بنا پر کیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ صرف مادی آسائش کے حصول کی خاطر کیا جاتا ہے۔ انسان کی سماجی، اخلاقی اور روحانی قدروں کو جو دراصل انسانیت ہی کے مختلف پہلو ہیں کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

انسانی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ معاشرتی انارکی اخلاقی ضابطوں کی خلاف ورزی اور مختلف ازمز کی تخلیق ماضی میں یہودی قوم کے سیاہ کارناموں میں سے ایک ہے۔ اس قوم کی پوری تاریخ اللہ کی کھلم کھلا نافرمانی، نسلی تعلّی، ہوس زر، قتل و غارت گری اور ظلم سے عبارت ہے۔ ان بدکرداریوں کی بدولت یہ قوم ماضی میں ہر نبی کی بد دعاؤں اور پھر اس کے نتیجے میں اللہ کے عذاب کی مستحق بنی ہے۔ اسی بدکرداری کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا کی دو بڑی الہامی کتب قرآن اور بائبل اس قوم کی مذمت میں متفق ہیں۔ اپنے زمانہ رسوائی (Diaspora) میں یہ ہر قوم کے ہاں نفرت کی نظر سے دیکھی جاتی رہی حتیٰ کہ آج اسرائیل کے مربی و محسن امریکہ میں جب 1789ء میں امریکی دستور بنا تو اس وقت کے امریکی صدر بنجامین نے یہودیت کو امریکہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا تھا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آج کی دنیا کے ہر فساد میں دراصل یہودی شیطانی ذہن کام کر رہا ہے زار روس کے خلاف بغاوت اور عیسائیوں کے قتل میں یہی ہاتھ تھا بینک آف انگلینڈ کی شکل میں برطانوی معاشیات کے

مالک یہی ہیں امریکی میڈیا پر مکمل کنٹرول ان کا ہے۔ دنیا میں سونے کی تجارت ان کے قبضے میں ہے۔ مشرق وسطی میں اسرائیل کے قیام کے بعد سے عالمی حالات اتنی تیزی سے خراب ہونا شروع ہوئے ہیں کہ اس سے پہلے ایسا فساد انسانی تاریخ میں دیکھنے میں نہیں آتا۔ اس کی بنیادی وجوہات اس قوم کے ماضی میں پوشیدہ ہیں جن کا مطالعہ ضروری ہے۔

اس قوم کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی نسلی تعلّی کا تصور ہے جس کے مطابق یہ قوم دنیا کی سب سے اہم اور اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین قوم ہے۔ ان کا یہ ذہنی تصور بائبل یوں بیان کرتی ہے کہ خدا نے قوم یہود سے مخاطب ہو کر کہا:

I have chosen him in order that he may command his sons and his descendents to obey me and to do what is right and just(۲)

اسرائیلیوں کی اس نسلی برتری کو ان کی مشہور قانون کی کتاب Talmud یوں بیان کرتی ہے:

Heaven and earth were only created through the merit of Israel.(۳)

قوم اسرائیل کی مدد کرنا خدا کی مدد کرنا ہے اور اس سے نفرت کرنا خدا سے نفرت کرنا ہے۔

Whoever helps Israel is as though he helped the Holy One blessed be He. Whoever hates Israel is like me who hates Him.(۴)

تالمود کے اس جملے کے تحت امریکہ کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ عراق اور افغانستان میں وہ جو کچھ کر رہا ہے دراصل خدا کی مدد کر رہا ہے۔

آخرت کی نجات صرف ان کے لئے مخصوص ہے غیر اسرائیلی اخروی نجات نہیں پائیں گے۔

No Gentiles will have a share in the world to come.(۵)

ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کسی یہودی کو جہنم میں نہ جانے دیں گے۔

In the Hereafter Abraham will sit at the entrance of Gehinnom and will not allow any circumcised Israelite to descend into it.(۶)

جو قوم فکری طور پر اس حد تک تنگ نظر ہو اس قوم سے کیونکر توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ کسی

عالمگیر مساوات کا پیغام دنیا کو دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تاریخ میں عالمگیریت اور مساوات کا تصور ناپید ہے۔

اس قوم کی تاریخ حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی تین ازواج تھیں جن میں ہاجرہؓ سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے اور اس کے بعد حضرت سارہ سے حضرت اسحٰقؑ (۷) ان دونوں میں ذبیح اللہ کون ہیں۔ اس بارے میں بائبل ابہام پیدا کرتی ہے۔ ایک بیان یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰقؑ ہیں۔(۸) دوسرا بیان یہ ہے کہ حضرت سارہ سے حضرت ابراہیمؑ کی کوئی اولاد نہ تھی اس پر حضرت سارہ کی اجازت سے حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہؓ سے ہم بستر ہوئے جس سے حضرت اسمعیلؑ پید ا ہوئے۔ حضرت اسمعیلؑ کی پیدائش تک حضرت سارہ سے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ ہی اسمعیلؑ کے آگے اولاد کے بارے میں ابراہیم کو کوئی بشارت دی گئی۔(۹)

اس کے بعد حضرت سارہ سے معجزہ کے طور پر حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ نے خوشخبری بھی دی کہ سارہ ایک قوم کی ماں بنے گی جس میں بادشاہ پیدا ہوں گے۔(۱۰)

ان مذکورہ بیانات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پہلا اور بڑا بیٹا حضرت اسمعیلؑ ہیں اور ان کی نسلی بڑھوتری کے لئے کوئی پیشنگوئی بھی نہیں ہے جبکہ حضرت اسحٰقؑ دوسرے بیٹے ہیں جن کی اولاد اور نسل کا بیان بھی موجود ہے۔ اب جب ابراہیمؑ کو بچے کی قربانی کا حکم ملتا ہے تو بائبل کے الفاظ یوں ہیں:

> God said, your only son Isaac... you go to a mountain that I will show you, offer him as a sacrifice to me....(۱۱)

یہ الفاظ پروٹسٹنٹ بائبل کے ہیں جبکہ کیتھولک بائبل کے الفاظ یوں ہیں:

> Take your son Isaac, your only one.

سوال پید ا ہوتا ہے کہ اسمعیلؑ بڑے اسحٰقؑ چھوٹے اور دوسرے نمبر پر ہیں تو یہ Only one کیسے ہو سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسحٰق کے بارے میں پیدائش سے پہلے ہی اس کے ایک قوم بننے کی خبر دے یعنی اس کا کثیر الاولاد ہونا بھی بتائے اور پھر اس کی قربانی مانگے اس طرح قربانی کا مطالبہ تو ایک مذاق بن جاتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ بائبل کے بیان کے مطابق قربانی پہلونٹے بچے کی ہوتی تھی۔(۱۲) اور حضرت اسحٰقؑ پہلوٹھے بھی نہیں۔ یہ تمام عوامل ظاہر کرتے ہیں کہ بائبل کے مذکورہ بیان میں اسمعیلؑ کے نام کی

جگہ اسحٰقؑ کا نام تبدیل کیا گیا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ مسلمانوں میں حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کا واقعہ ایک بیانی اور تعاملی تسلسل سے بیان ہے جسے عملی طور پر حج کے موقعہ پر دھرایا بھی جاتا ہے۔ جبکہ یہودیوں کے ہاں اس قسم کا کوئی تعاملی تسلسل نہیں ہے جو اسحٰقؑ کے ذبیح اللہ ہونے کی تصدیق کرے۔ اس سے بائبل کا محرف ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ یہودی ذہنیت کی مکاریت بھی واضح ہوتی ہے۔

پانچویں بات یہ کہ بائبل خود اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ بڑے تھے اس طرح کہ ''ختنہ کے وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر ۱۳ سال اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۹۹ سال تھی(۱۳) اور حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کے وقت آپ ۱۰۰ سال کے تھے۔(۱۴) ان تمام بیانات کے بعد یہ دعویٰ کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰقؑ تھے غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

حضرت اسحٰقؑ کے پوتے حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کی سازشوں کی وجہ سے مصر پہنچا دیے گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو اقتدار عطا فرمایا تو اس دوران عراق میں قحط پڑا تو آپ کے بھائی غلے کی خاطر مصر گئے اور بعد از تعارف یہ سب بارہ بھائی مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے۔

ایک مدت تک (450سال) مصر میں رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تصور بھی مصریوں کے ذہنوں سے نکل گیا جب مصر میں اسرائیلیوں کی تعداد بہت بڑھی تو مقامی لوگوں کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ ان کی یہ کثرت کہیں مقامیوں کے لئے نقصان دہ نہ ہو۔ اس لئے مصری ان سے بیگار لینے لگے اور ان کی شرح پیدائش کم کرنے کے لیے دایوں سے کہا گیا کہ وہ پیدا ہونے والے اسرائیلی بچوں کو مار دیا کریں۔(۱۵) یہ گویا ایک قسم کی خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام تھا جو بنی اسرائیل کے خلاف متعارف کرایا گیا مصریوں نے اسرائیلیوں کی تعداد یوں کم کرنے کا کیوں سوچا عمرانیات کے اصول اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس قسم کا تناؤ اس معاشرے میں ہوتا ہے جہاں دو مختلف تہذیبیں بالمقابل ہوں۔ اگر تہذیبوں کا تعلق باہمی تعاون کی کیفیت اختیار کر لے تو یہ تناؤ ختم ہو جاتا ہے۔ اسرائیلیوں نے یقیناً اس سوسائٹی میں اپنی تہذیبی شناخت قائم رکھنے کی کوشش کی ہو گی (جیسا کہ اس وقت اسرائیل کر رہا ہے) جس کے نتیجے میں مقامی لوگوں نے ان کے بارے میں یہ رویہ اختیار کیا ہو گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام بارہ بھائی تھے جن کے نام بالترتیب درج ذیل ہیں: حضرت یعقوبؑ کی دو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ پہلی بیوی سے چار بیٹے اس ترتیب سے تھے روبن، شمعون، لادی،

یہودا، اشکارا اور زبولون۔ دوسری بیوی سے دو بیٹے یوسف اور بنیامین تھے۔ تیسری بیوی (لونڈی) سے دان اور نفتالی دو تھے جبکہ چوتھی بیوی (لونڈی) سے دو بیٹے جد اور آشر تھے۔ ان بیٹوں میں سے تین بیٹے قابل ذکر ہیں۔ ایک حضرت یوسف علیہ السلام جو نبی ہوئے دوسرے لادی جن کی نسل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوئے جبکہ یہودا کی نسل سے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ ہوئے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء کے اسلاف و اخلاف کا فرو مشرک ہو سکتے ہیں لیکن اخلاقی جرائم سے منزہ ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہو جائے تو عصمت نبوت پر حرف آ سکتا ہے لیکن خاندان یہود کے بارے میں بائبل ایک عجیب قصہ بیان کرتی ہے کہ یہودا کے دو بیٹے تھے بڑا عیر تھا اور چھوٹا اونان تھا عیر کے مرنے کے بعد یہودا نے چھوٹے بیٹے اونان سے کہا کہ تو بھائی کی بیوی کے پاس جا اور دیور ہونے کا حق ادا کر سو اونان بھائی کی بیوی کے پاس جاتا اور عزل کرتا تھا تاکہ اس کے بھائی کی نسل چلنے نہ پائے(۱۶) شاید اپنے کسی مخالف کی نسل کو کم کرنے کی یہ پہلی کوشش ہو جو بائبل کے اوراق میں اسرائیلیوں کے درمیان دکھائی دیتی ہے اور شاید آج کے خاندانی منصوبہ بندی کے نظام کی خشت اوّل بھی یہی واقعہ ہو۔

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کے لئے ایک نجات دہندہ بن کر آئے۔ فرعونی مظالم سے نجات دلانے کے لئے بحکم خدا ان کو لے کر رات کی تاریکی میں دریائے قلزم کے کنارے پہنچے کہ پیچھے سے فرعون فوج لے کر آ گیا۔ اب یہ پریشان ہوئے بحکم خدا موسیٰؑ نے لاٹھی پانی میں ماری پانی پھٹ گیا اور بنی اسرائیلی پانی کے درمیان سے گزر کر دوسرے کنارے پہنچ گئے۔ فرعون لشکر کے ساتھ جب سمندر کے بیچ اترا تو پانی مل گیا اور فرعون بمعہ لشکر ختم کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے اتنے حصے پر قرآن اور بائبل دونوں متفق ہیں لیکن بائبل کا اس واقعے کا پس منظر کچھ اور ہی بتاتی ہے اور وہ یہ کہ فرعون کی اجازت سے موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تھے ''لیکن موسیٰ کے حکم سے (بائبل کے بیان کے مطابق جس کی ہم تائید نہیں کرتے) بنی اسرائیلیوں نے مصریوں سے ان کے سونا چاندی کے زیور مانگے اور یوں انہوں نے مصریوں کو لوٹ لیا''(۱۷) غلامی کا چار سو پچاس سال کا عرصہ گزار کر فرعون کی اجازت سے اگر بنی اسرائیلی نکلے ہیں اور ان کے زیورات لے کر چلے ہیں تو اب فرعون ان کے قتل کے در پے مذہبی اختلاف کی وجہ سے تھا یا اس لوٹ کی وجہ سے ان سے اپنی قوم کا نقصان پورا کرنا اور ان کو اس جرم (احسان فراموشی) کی سزا دینا چاہتا تھا۔ یہ فیصلہ قارئین کریں۔

موسیٰ علیہ السلام کی سرپرستی میں صحرائے سینا میں من و سلویٰ کے کھانے کا لطف لینے لگے اب

یہاں انہیں وہ مصری متمدن معاشرہ یاد آیا تو اللہ سے شہری زندگی کا عیش و تنعم مانگنے لگے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ارض مقدس (شام) میں داخلے کا حکم دیا اور کہا کہ وہاں کے لوگوں سے لڑو اور اس لڑائی میں تم کامیاب ہو گے (یہ نوید فتح بھی سنا دی) لیکن اسرائیلی یہ بات بھول گئے کہ کسی بڑی سے بڑی اظہار خواہش کے لئے کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں ہوتی میدان جنگ میں لڑنے اور پھر جیتنے کے لیے خواہشات کی نہیں کچھ اعلیٰ اخلاقی قدروں کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سب سے پہلی اور اہم چیز حاکمانہ مزاج ہوتا ہے جو فتح اور اقتدار کی خواہش پیدا کرتا ہے اور پھر شجاعت جو میدان جنگ میں فتح کر لئے ضروری ہے کہاں مزاج کی یہ اوالعزمی اور کہاں چار سو پچاس سال غلامی کی زندگی گزارنے والی محکومانہ سفلی ذہن والی قوم، اسی وجہ سے اللہ کی طرف سے نوید فتح کے باوجود لڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے اور قرآن کی زبان میں موسیٰ علیہ السلام کو صاف جواب دیا: ''اذھب انت وربک فقاتلا''(القرآن 23/5) ''تب ساری جماعت موسیٰ سے کہنے لگی اے کاش ہم مصر میں مر جاتے...... خداوند کیوں ہم کو اس ملک میں لے جا کر قتل کرانا چاہتا ہے ہمارے بچے اور بیویاں لوٹ کا مال ٹھہریں گے۔ پھر باہم مشورہ کرنے لگے کہ آؤ کسی کو اپنا سردار بنا لیں اور واپس مصر لوٹ چلیں(۱۸) متمدن زندگی کی خواہش کرنے کی بناء پر ان کو ایک مکمل آئین دے دیا گیا تاکہ مؤمنانہ تمدن بھی تخلیق کر سکیں(۱۹) اس آئین میں سب سے پہلی تعلیم توحید کی تھی اور شرک سے مکمل اجتناب کا حکم تھا۔ ایک خدا کا عقیدہ دیا(۲۰) شرک سے منع کیا(۲۱) شرک کی سزا قتل بیان کی گئی(۲۲) چوری زنا، جھوٹی گواہی، پڑوسی کی بیوی اور مال کا لالچ نہ کرنے اور ماں باپ کی عزت کا حکم دیا گیا(۲۳) باہمی معاملات میں عدل کا حکم دیا اور عدل کے قیام میں امیر و غریب کے فرق کے خاتمہ کا حکم دیا(۲۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بڑے صاف اور واضح انداز میں دیا(۲۵)۔ سفاکیت اور قتل سے روکا گیا دیگر اقوام کے ساتھ لڑائی میں معصوم بچوں، عورتوں کا قتل ان کو گرفتار کر کے غلام بنانا مال متاع کو لوٹنا ان کا مزاج تھا اس سے منع کیا (آج عربوں کے بارے میں ان کا سفاکانہ رویہ ان کے تاریخی کردار کا حصہ ہے)(۲۶)۔ بڑے بیٹے کی قربانی کا تصور ان کا مذہبی شعار تھا(۲۷) بائبل کے جز خروج میں بیان کردہ اس جملے کی تشریح یوں کی گئی ہے: ''کہ اس قربانی کی ابتداء کیسے ہوئی یہ کہنا کچھ مشکل ہے تاہم ان سے پہلے مصریوں میں یہ تصور پایا جاتا تھا لیکن یہودیوں کی پرانی عمارات کی کھدائی کے دوران بچوں کی ہڈیوں کی برآمدگی یہ بتاتی ہے کہ یہ رسم یہودیوں میں بھی معروف تھی''(۲۸)

لیکن اس قوم نے اس کے برعکس کیا چوری کے زیوروں کو ڈھال کر بچھڑا بنایا اور اس کی نسبت

نبی ٔوقت حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف کر دی(۲۹) حطیم میں رہنے لگے اور دیگر قوموں کی عورتوں کے حسن پر فریفتہ ہو کر بت پرستی شروع کر دی شرک اور زنا دو جرم بیک وقت شروع کئے۔ یہی نہیں بلکہ ان ظالموں نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کی موجودگی میں جرائم میں مجاھرت شروع کر دی۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب کہ موسیٰؑ خیمہ اجتماع میں لوگوں کو ان کے جرائم پر ڈانٹ ڈپٹ کر رہے تھے۔ ایک اسرائیلی ایک مدائنی عورت کو بغرض زنا لے کر علیحدہ خیمے میں چلا گیا جس پر حضرت ہارونؑ نے دونوں کو قتل کیا(۳۰) حضرت ہارون علیہ السلام نے دونوں کو قتل اس لئے کیا کہ شریعت موسوی میں زنا کی سزا سنگسار(قتل) تھی۔(۳۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بدویانہ زندگی سے یہ قبائلی سسٹم کی طرف آتے ہیں اور اسی قبائلی سسٹم کے آخر میں یہ ایک منظم سٹیٹ کی شکل میں رہنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ نبی ٔوقت حضرت سموئیل علیہ السلام کے حضور اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ ان پر کسی کو حاکم مقرر کیا جائے۔ نبی وقت بحکم رب العالمین طالوت کو ان کا حکمران نامزد کر دیتے ہیں لیکن یہ اس حکمرانی کو تسلیم نہیں کرتے۔(۳۲) یہاں پر سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس حکم الٰہی کو جس کو نبی ٔوقت نافذ کرتا ہے یہ کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ اس سوال کا جواب سمجھنے کے لئے ہمیں اس دور میں ان کے خود ساختہ تمدنی اصول دیکھنا ہوں گے ان لوگوں نے اپنے تمدنی اصولوں میں ایک تمدنی اصول یہ بنایا تھا کہ مذہبی سیادت بنو لادی کے پاس رہے گی(۳۳) اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو لادی سے تھے جبکہ موسیٰ علیہ السلام مذہبی ہی نہیں سیاسی حکمران بھی تھے، اس کے برعکس سیاسی حکمرانی بنو یہودہ کے لئے مخصوص ہو گی(۳۴) یہ اور بات ہے کہ اس مذہب و سیاست کی تقسیم کے فارمولے کو بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا گیا کہ یہ اصول انہوں نے یوں بیان کیا تھا۔

> "Pay the Emperor what belongs to Emperor Pay God what belong to God."(۳۵)

حالانکہ یہ تقسیم حضرت عیسیٰؑ سے بہت پہلے یہ خود ہی کر چکے تھے ابتداء ہی سے اپنے قائم کردہ اس اصول کا پابند انہوں نے اللہ اور رسول وقت کو بھی کرنا چاہا۔ جبکہ طالوت بنیامین کے قبیلے سے تھے جو ایک چھوٹا قبیلہ تھا(۳۶) اسی طرح بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نبی انہوں نے شاید اس لئے تسلیم نہ کیا کہ وہ بنو یہودہ سے تھے۔(۳۷) جبکہ ان کے اصول کے مطابق انہیں بنو لادی سے ہونا چاہیے تھا۔ اگر یہ مغضوب قوم حضرت عیسیٰؑ کے بنو یہودہ میں سے ہونے کے باوجود ان کا نبی

ہونا تسلیم کرنا چاہتی تو ایسا کر سکتی تھی۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل سے ہی تھے۔ اگر بنو یہودہ سے داوٗد اور سلیمان نبی ہو سکتے ہیں تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نبی کیوں نہیں ہو سکتے۔ آج کے دور میں مذہب و سیاست کی تقسیم کا اصول اسی قوم کی شیطانی ذہنیت کا پیدا کردہ ہے جس نے انسانیت کو ایک ذہنی تناؤ میں مبتلا کر رکھا ہے جو کبھی بھی حل نہیں ہو سکا ہے اور نہ ہو سکے گا اس بناء پر کہ مذہب و سیاست کی تقسیم کو تسلیم کرنے کے بعد زندگی کا کون سا پہلو مذہبی ہے اور کون سا سیاسی ہے یہ فیصلہ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

اس قوم کی تاریخ کا زریں دور حضرت داوٗد علیہ اسلام (1000ء قبل مسیح) سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت داوٗدؑ کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نبی بنے آپ کے دور میں تہذیب و تمدن عروج پر تھا روپے پیسے کی فراوانی تھی۔ اس دور میں عالمی حکمرانی صرف اور صرف آپ کے حصے میں تھی۔ گویا اس وقت نیو ورلڈ آرڈر آپ کا چلتا تھا۔ آپ نے بے شمار تعمیری کام کئے ان میں ایک اہم کام ہیکل سلیمانی کی تعمیر بھی تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب اس کی تعمیر کرا رہے تھے۔ اللہ کے حضور اس میں برکت کے لئے دعا گو ہوئے اللہ تعالٰی نے اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا لیکن یہ بات بھی اسی وقت حضرت سلیمانؑ کے سامنے بیان کر دی کہ اگر تیری قوم میرے اصولوں پر قائم نہیں رہے گی اور غیروں کی پو جا کرے گی تو اس کو میں دنیا کے لئے سامان عبرت بنا دوں گا۔(۳۸)

حضرت سلیمان علیہ اسلام کے بعد سلطنت میں سیاسی اور مذہبی اختلافات حد سے بڑھ گئے ان اختلافات میں ایک گروپ کا سربراہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھریلو ملازم یربعام تھا جبکہ دوسرے گروپ کا سربراہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رجبعام تھا۔ اختلاف حد سے بڑھے تو سلطنت (796 قبل مسیح) دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شمالی سلطنت جس کا نام اسرائیل تھا اور جس کا پایہ تخت سامریہ تھا یہ سلطنت بنی اسرائیل کے دس قبائل پر مشتمل تھی۔ جس کا پہلا سربراہ حضرت سلیمانؑ کا یہی غلام یربعام تھا جبکہ باقی دو قبیلوں یہوداہ (داوٗد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قبیلہ) اور بنیامین کے قبیلے نے مل کر جوڈیا کی سلطنت جنوب میں قائم کی جس کا پایہ تخت یروشلم تھا اور جس کا سربراہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رجبعام بنا۔ یہ تقسیم ۱۱ویں صدی قبل مسیح عمل میں آئی۔ ہیکل سلیمانی جوڈیا کی سلطنت کے حصے میں آیا تھا۔ اس لئے اسرائیل والوں نے بیتھل (Bethal) نامی قصبہ میں ایک اور ہیکل تعمیر کر لیا (بیتھل کا معنی عبرانی زبان میں خدا کا گھر ہے) بیتھل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم خداوند قیام کیا تھا اور یہاں اللہ کے حکم سے ایک معبد بھی بنایا تھا اور اس میں برکت

کے لیے اللہ کے حضور دعا بھی کی تھی(۳۹) آج اسرائیل ابو الا نبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ ہیکل کا نہیں سوچتا بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تعمیر کردہ ہیکل کی تعمیر کی خاطر عالمی امن کو داؤ پر لگانے پر تلا بیٹھا ہے اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ اگر وہ حضرت ابراہیمؑ کے تعمیر کردہ ہیکل کی بات کرے تو پھر بنو اسحٰقؑ اور بنو اسماعیلؑ میں دوریاں کم ہوتی ہیں کیونکہ مکہ میں کعبہ بھی حضرت ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ ہے ان کی نسلی تعلّی ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی دوسرے ان کا اپنا اندورنی تعصب بھی آڑے آتا ہے وہ اس طرح کہ بیتھل کا ہیکل دس گمشدہ قبائل (سلطنت اسرائیل) کا ہیکل تھا جبکہ ہیکل سلیمانی باقی دو قبیلوں بنو یہودہ اور بنو یامین (سلطنت جوڈیا) کے تصرف میں تھا اور موجودہ اسرائیل ان دو قبائل کی اولاد ہے۔ اس بناء پر وہ اپنے ہیکل کی بات کرتے ہیں اسرائیل کے ہیکل کی بات نہیں کرتے۔ دونوں سلطنتیں دولت کی فراوانی اور عیش و آرام کے باوجود باہم برسر پیکار رہتیں مکلّف دسترخواں پلنگ، قالین اور موسیقی کی دلدادگی تہذیبی شعار بن چکا تھا اور طبقہ شرفاء میں شمولیت کے لئے ان آداب محفل (Etiquettes) کی پابندی ضروری تھی۔

قوموں کا زوال معاشرے پر مذکورہ اخلاقی ضابطوں کی گرفت کمزور پڑنے سے شروع ہوتا ہے۔ جب قومیں ان اخلاقی ضابطوں کی پابندی کرنا چھوڑ دیں تو تن آسانی، عیش و آرام، شراب و شباب، طبقاتی استحصال اور عدل کی عدم فراہمی معاشرے میں گھر کر لیتی ہے۔ اس طرح قوم اپنے زوال کی طرف لڑھکنا شروع ہو جاتی ہے۔ اگر اس زوال کے آگے بند باندھ لیا جائے تو زوال رک جاتا ہے اور اگر یہ اخلاقی زوال بڑھتا چلا جائے تو اسی رفتار سے قوموں کے زوال میں بھی تیزی آ جاتی ہے۔ دونوں ریاستوں میں اخلاقی زوال شروع ہوا تو اللہ نے دونوں ریاستوں میں انبیاء بھیجے اسرائیلی ریاست میں اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء مبعوث کئے جن میں حضرت عاموس علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام نمایاں ہیں۔ ان مقدس ہستیوں نے اپنی سی بھرپور کوشش کی۔ چنانچہ حضرت عاموسؑ کے بیانات سے پتا چلتا ہے، قوم روپے کی فراوانی کی وجہ سے عیش و آرام اور موسیقی کی دلدادہ ہو چکی تھی۔ آپ نے ان کو ان تن آسانیوں اور لغو سرگرمیوں سے روکتے ہوئے کہا ''تم بُرے دنوں کا خیال ملتوی کر کے ظلم کی کرسی نزدیک کرتے ہو ہاتھی دانت کے پلنگوں پر لیٹتے ہو گلہ سے بروں کو اور طویلہ سے بچھڑوں کو لے کر کھاتے ہو' رباب کی آواز کے ساتھ گاتے ہو اور اپنے لئے داؤدؑ کی طرح موسیقی کے ساز ایجاد کرتے ہو(۴۰) لیٹنے کو ہاتھی دانت کے پلنگ، کھانے کو بکری کے چھوٹے بچے اور بچھڑے اور محافل موسیقی اس سے زیادہ تن آسانی اور عیش و عشرت کیا ہو سکتا ہے۔ اس طرزِحیات نے معاشرے میں خداشناسی، باہمی محبت و احترام ختم کر دیا تھا اور عہد شکنی قتل و خون ریزی اور بدکاری

عام ہو گئی تھی ’’یہ ملک راستی، شفقت اور خداشناسی سے خالی ہے۔ بدزبانی، عہد شکنی‘‘ خون ریزی، چوری اور حرام کاری کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ ظلم کرتے ہیں اور خون پر خون ہوتا ہے۔ اس لئے ملک ماتم کرے گا۔(۴۱)

اخلاقی زوال اپنے ساتھ طبقاتی استحصال اور حصول انصاف میں دشواری بھی ساتھ لاتا ہے۔ اس بناء پر ہوس زر نے غریب طبقے پر معاش اور انصاف کے دروازے بند کر دیے تھے ’’تم مسکینوں کو پامال کرتے ہو اور ظلم کر کے گیہوں چھین لیتے ہو اپنے لئے تراشے ہوئے پتھروں کے مکانوں میں تم نہ بسو گے۔ تم صادقوں کو ستاتے اور رشوت لیتے اور پھاٹک (شہروں) میں مسکینوں کی حق تلفی کرتے ہو(۴۲) شراب عام ہو گئی تھی ’’وہ مئے خواری سے پر ہو کر بدکاری میں مشغول ہوتے ہیں اس کے حاکم رسوائی دوست ہیں(۴۳) بائبل میں یوشع کا پورا جز یہ بات قطعی طور پر واضح کرتا ہے کہ Libralism یا Enlightenment نے شراب اور زنا عام کر دیا تھا جہاں یہ خوفناک اخلاقی برائیاں عام ہوں وہاں ان برائیوں کے مقدمات کس کس شکل میں ہوں گے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس قوم کی اخلاقی بدکاریوں کے بیان کے لئے انگریزی بائبل (Protestant) میں ایک جملہ یوں ہے:

> You yourselves go off with temple Prostitutes and together with them offer pagen sacrifice.

اس جملے کی تشریح فٹ نوٹ پر یوں کی گئی ہے:

> Temple prostitutes, these women were found in Canaanite temples where fertility gods were worshipped. It was believed that intercourse with prostitutes assured fertile fields and herds.(۴۴)

کیتھولک بائبل کی عبارت اس سے کچھ مختلف ہے لیکن اس سے بھی یہ پتہ چلتاہے کہ یہ حرام کاری معبدوں میں بھی ہوتی تھی اس حرام کاری سے یہ تصور وابستہ تھا کہ خدا خوش ہو کر ان کو معاشی طور پر خوشحا ل کرتا ہے۔

کسی بھی معاشرے کے اخلاقی زوال کے آگے رکاوٹ جو طبقہ بنتا ہے وہ مذہبی طبقہ ہوتا ہے۔ یہ طبقہ خدا داد حکمت، تفقہ، ذاتی کردار کی بلندی اور معاشرے کے لئے ایثار کے جذبات کا پیکر ہوتا ہے یہ طبقہ اپنے مفادات کی قربانیاں دے کر معاشرے کے مفادات کو قائم و دائم رکھتا ہے اور اس کی بقاء

کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور اس فرض کی بجاآوری کی خاطر سزائیں صعوبتیں اور تختہ دار تک کو قبول کرتا ہے اگر یہ طبقہ لغزشوں میں پڑ جائے تو معاشرے کبھی بھی باقی نہیں رکھے جاتے قدرت کا نادیدہ ہاتھ کسی معاشرے کوختم کرنے کا فیصلہ اس وقت کرتا ہے جب مذہبی طبقہ اپنی ان اصلاحی ذمہ داریوں کو ترک کر کے خود اس کا حصہ بن جائے اسی لئے آنجناب ﷺ فرمایا کرتے تھے: **احذروا زلة العالم**(۴۵) اسرائیلی معاشرے کا مذہبی طبقہ اس معاشرتی بدکرداری میں برابر کا حصہ دار بن کر انبیائے وقت کے اصلاحی کاموں میں رکاوٹ بنتا تھا اس لئے ابنیاء کرام اس طبقے کو خاص طور پر مسلسل خبردار کرتے چلے آ رہے تھے ''پس جیسا حال لوگوں کا ہو گا ویسا ہی حال کاہنوں کا ہو گا ان کی روش کی سزا اور ان کے اعمال کا بدلہ ان کو دوں گا چونکہ ان کو خدا کا خیال نہیں(۴۶) یہ طبقہ احکام شرعیہ کے نفاذ میں کیسے رکاوٹ تھا اس کا اندازہ یوشع نبی کے اس جملے سے بخوبی ہوتا ہے ''اے کا ہنو! بات سنو اے بنی اسرائیل کان لگاؤ اے بادشاہ کے گھرانے سنو اس لئے کہ فتویٰ تم پر ہے کیونکہ تم مصفاة میں پھندا اور تبور پر دام بٹنے ہو۔(۴۷) قرآن نے اسی کو ''**ویشترون به ثمنا قلیلا**'' کہا ہے۔ اس اخلاقی باختگی کی حد یہ ہو گئی تھی کہ کسی نبی کی طرف سے کوئی اصلاح کی بات ہوئی تو انہوں نے نفرت کا اظہار کیا اور ان کے دشمن ہوئے ''وہ ملامت کرنے والوں سے کینہ رکھتے ہیں اور راست گو سے نفرت کرتے ہیں''(۴۸) انبیاء کرامؑ چونکہ ان کی اس Enlightenment میں روکاٹ بنتے تھے اس بناء پر ان کا قتل شروع ہوا اسی بنا پر بیشمار انبیاء کا قتل ہوا۔ اس یہودی معاشرے میں اگرچہ مذہبی طبقہ بڑی تعداد میں تھا لیکن اپنے فرائض کی ادائیگی سے لاپرواہ تھا یا اپنے فرائض کا انہیں علم ہی نہ تھا شاید اسی بنا پر ایلیاہ (دانیال) نبی کو کہنا پڑا ''میں اکیلا ہی خداوند نبی بچ رہا ہوں پر بعل کے نبی چار سو پچاس ہیں(۴۹) اس بدکرداری کا افسوسناک پہلو یہ بھی تھا کہ شریف اور مصلح افراد کو احمق اور بیوقوف خیال کیا جاتا تھا چنانچہ آخری دنوں میں اللہ نے کہا ''اسرائیل کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کی بدکرداری کی کثرت اور عداوت کی زیادتی کے باعث نبی بیوقوف ہے اور روحانی آدمی دیوانہ (تصور) ہے''(۵۰)

سیاسی بدکرداریاں بھی زوروں پرتھیں اس قوم کے سیاسی حکمرانوں میں آخری حکمران اخی اب سب سے زیادہ بدکردار تھا ''اور اخی اب نے اسرائیل کے سب بادشاہوں سے زیادہ جو اس سے پہلے ہوئے تھے خداوند اسرائیل غصہ دلایا''(۵۱) جس معاشرے کی قدریں اس حد تک زوال کا شکار ہو جائیں کہ سیاسی اور مذہبی لوگ بھی بدکردار ہو جائیں اور شریف آدمی معاشرے میں اپنے آپ کو اجنبی سمجھنے لگے تو پھر عذاب الٰہی ان معاشروں کا مقدر بن جاتا ہے۔ چونکہ یوشع نبی نے انہیں یہ بتا دیا تھا ''سامریہ اپنے جرم کی سزا پائے گا کیوں کہ اس نے اپنے خدا سے بغاوت کی ہے وہ تلوار سے

گرائے جائیں گے ان کے بچے پارہ پارہ ہوں گے اور باربردار عورتوں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے''(۵۲) عاموس نبی کی زبانی بھی ان کو تنبیہ کی گئی ''اسرائیل کے تین گناہوں کے سبب اس کو (خداوند) بے سزا نہیں چھوڑے گا کیونکہ اس نے صادق کو روپیہ کی خاطر اور مسکین کو جوتیوں کے جوڑے کی خاطر بیچ ڈالا وہ مسکین کے سر پر کی گرد کا بھی لالچ رکھتے ہیں اور حلیموں کو ان کے راہ سے گمراہ کرتے ہیں اور باپ بیٹا ایک عورت کے پاس جانے سے میرے مقدس نام کی تکفیر کرتے ہیں''(۵۳) مذکورہ عبارت کی تشریح میں بائبل کے تمام شارحین نے لکھا ہے کہ قرض وصول کرنے کی خاطر مقروض کو بیچ دیتے تھے مالی استحصال میں کسی غریب پر ترس نہیں کھاتے تھے نیکوں اور شریفوں کو پیسے کے لالچ میں گمراہی کے کاموں میں لگاتے تھے اور باپ بیٹا مل کر فحاشی کی خاطر مقدس کسبیوں جو معبدوں سے وابستہ تھیں کے پاس جاتے تھے۔ اس بدکرداری کے نتیجے میں بالآخر اللہ کا حکم پورا ہو کر رہا شام کے حکمران شالمانیر (پنجم) نے 723 قبل مسیح میں حملہ کیا قتل و غارت گری ایسی کی کہ اس سلطنت کا نقشہ ہی دنیا سے ختم کر دیا۔ ان دس قبیلوں کو وہاں سے جبراً نکال دیا اور وہاں دوسری قوموں کو لا بسایا وہیں سے 10 گمشدہ قبائل کا تصور یہودیوں میں پیدا ہوا جن کی تلاش میں آج یہودیوں کی ناجائز ریاست کوشاں ہے۔

اب آیئے دوسری یہودی ریاست یہودیا (جوڈیا) کا حال بائبل کے حوالے سے سنتے ہیں جوڈیا کا پہلا حکمران حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رحبعام تھا۔ مرکزی ہیکل سلیمانی (معبد) ان کے پاس تھا۔ ان میں مشہور انبیاء یسعیاہ، حزقی ایل اور جرمیاہ ہوئے ہیں۔ ان انبیاء کی تمام تر مساعی سعیدہ کے باوجود اپنے اسلاف کی تمام تر برائیاں ان میں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بیان کیا ہے کہ بڑے بیٹے کی قربانی کا تصور ان میں معروف تھا۔ قرائن یہ بتاتے ہیں کہ اسرائیلی سلطنت میں اس کا تصور نہ تھا لیکن جوڈیا کی سلطنت میں اس رسم بد کی ابتداء جوڈیا کے فرما نروا ارہار نے کی اس رسم بد پر سب سے زیادہ احتجاج نبی وقت یرمیاہ نے کیا(۵۴) اس طرح یہواہ (خدا) کے مجسموں کی پوجا کی جاتی تھی شرک اور بت پرستی اس حد تک قوم میں گھر کر گئی کہ آگے چل کر ان کے ہاں سورج دیوتا کی مورت کی پوجا بھی شروع ہو گئی جس پر حزقی ایل نبی نے سخت سرزنش کی ''تمہارے اونچے مقاموں کو غارت کیا جائے گا اور تمہاری قربان گاہیں اجڑیں گی اور سورج دیوتا کی مورتیں توڑ ڈالی جائیں گی''(۵۵) زناکاری ان میں شروع دن سے جڑ پکڑ چکی تھی جس کا ذکر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے دور کے حالات میں بھی کیا ہے۔ یہ برائی بھی جوڈیا میں زوروں پر تھی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے منسوب یہ قول بائبل کا حصہ ہے ''کہ میں نے جب ان

کو سیر کیا تو انھوں نے قحبہ خانوں میں بدکاری کی اور ہر ایک صبح کے وقت اپنے پڑوسی کی بیوی پر ہنہنانے لگا(۵۶) اس ملک میں لوطی بھی تھے جو وہ سب مکروہ کام کرتے تھے جن کی بناء پر اسرائیل مستوجب سزا ٹھہرے تھے۔(۵۷)

یہ بدکاری ان میں اس حد تک بڑھ گئی کہ محرم رشتوں کا تصور بھی ان کے ہاں ختم ہو گیا ’’تیرے اندر وہ ہیں جو فسق و فجور کرتے ہیں تیرے اندر وہ ہیں جو اپنے باپ کی حرم شکنی کرتے ہیں۔ ناپاکی کی حالت میں مباشرت کرتے ہیں کسی نے دوسرے کی بیوی سے بدکاری کی، کسی نے اپنی بہو سے کی کسی نے اپنی بہن کو رسوا کیا تیرے اندر ہوس زر کی وجہ سے خون ریزی کی گئی۔ تو نے سود لیا اور ظلم کر کے اپنے پڑوسی کو لوٹا(۵۸) بائبل کے اس بیان کو پڑھنے کے بعد آج امریکہ میں اُٹھنے والی اس تحریک کا جائزہ بھی لیں جس کا بنیادی مقصد رشتوں میں محرمات کے تصور کو ختم کرنا ہے۔ 1960 کی دہائی میں 79 ایسی فلمیں دکھائی گئیں جو محرمات سے نکاح پر مبنی تھیں۔ امریکی رسالہ ٹائم نے ان رجحانات پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ایک مضمون لکھا جس کا ایک جملہ یوں تھا:

"Incest taboo is dying of its own irrelevance".(۵۹)

اس موضوع پر فلمیں دکھانے کا مطلب اس فعل شنیع پر شرمانے کی بجائے فخر کرنا ہے۔ یہ بات امریکی معاشرے میں نئی نہیں ہے۔ جوڈیا کی سلطنت میں عوام اتنے (Enligtenment) روشن خیال تھے کہ وہ اس قسم کی بدکرداری پر شرماتے نہ تھے ’’کیا وہ اپنے مکروہ کاموں پر شرمندہ ہوئے؟ وہ ہرگز شرمندہ نہ ہوئے بلکہ وہ لجائے تک نہیں اس لئے وہ گرنے والوں کے ساتھ گریں گے۔(۶۰)

ان کی اخلاقی بدکرداریوں کا ایک جزو راتوں کو شباب و کباب کی محفلیں سجانا ہوتا تھا جس کو آج کی مغربی تہذیب کا جدید جزو لائیفک خیال کیا جاتا ہے ’’ان پر افسوس جو صبح سویرے اُٹھتے ہیں تاکہ نشہ بازی کے درپے ہوں اور جو رات کو جاگتے ہیں جب تک شراب ان کو بھڑکا نہ دے ان کے جشن کی محفلوں میں بربط، ستار، دف اور شراب ہے۔ وہ خدا کے کام کا نہیں سوچتے(۶۱) وہ ہر طرف سے اپنا نفع ہی ڈھونڈتے ہیں ہر ایک کہتا ہے تم آؤ میں شراب لاؤں گا اور ہم خوب نشہ میں چور ہوں گے۔ اور کل بھی آج ہی کی طرح ہو گا بلکہ اس سے بھی بہتر ہوگا‘‘۔(۶۲) بائبل کے ہر دو حوالہ جات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی پارٹیاں کاروباری بنیادوں پر ہوتی تھیں جیسا کہ آج کا مہذب فائیو سٹار کلچر ہے۔

ایک طرف یہ لوٹ مار کرنے، شراب اڑانے اور آوارگی کرنے والا اہل ثروت طبقہ تھا جو یہ سب

کام دولت کے زور پر کرتا تھا۔ دوسری طرف اجتماعی زندگی میں لوٹ، ظلم و تعدی ان اہل ثروت کا شیو ہ تھا جس کے خلاف غریب کو نہ انصاف ملتا تھا اور نہ کوئی ان کا دکھ سننے والا ہوتا تھا ''وفادار بستی کیسے بدکار ہو گئی۔ بڑے سردار گردن کش اور چوروں کے ساتھی ہیں۔ ان میں ہر ایک رشوت دوست اور انعام کا طالب ہے۔ (شاید حکومتوں سے قرض لے کر معاف کر نے کا کلچر ان کے ہاں بھی تھا) وہ یتیموں سے انصاف نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد ان تک نہیں پہنچتی تھی''۔(٦٣) (خط کشیدہ الفاظ ان کے عدالتی نظام کی ''انصاف پسندی'' کی طرف اشارہ کرتے ہیں) اسی بات کی مزید وضاحت یسعیاہ نبی کی زبانی دوسری جگہ یوں ہے: ''ان پر افسوس جو بے انصافی سے فیصلے کرتے ہیں تا کہ مسکینوں کو عدالت سے محروم کر دیں اور جو میرے لوگوں میں محتاج ہیں ان کا حق چھین لیں بیواؤں کو لوٹیں اور یتیم ان کا شکار ہوں''(٦٤) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نظام عدل پر انصاف فروشی، سفارش اور رشوت کی کس درجہ حکمرانی تھی۔

اس سوسائٹی کا ایک اور بڑا خاصہ معاشی استحصال تھا ان استحصالی رویوں کا نتیجہ یہ ہو گیا تھا کہ امیر امیر ترین ہو رہا تھا اور غریب غریب ترین تھا امراء ہوس زر کی بناء پر دولت اکٹھی کرتے اور پھر اعلیٰ بالا خانے بناتے۔ ناپ تول میں کمی، جھوٹ ، بیگار اور ٹیکسوں کی بھر مارنے غریبوں کو کہیں کا نہ رکھا تھا اور ان کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی تھی۔ چنانچہ بائبل بیان کرتی ہے: ''اس پر افسوس ہو جو اپنے گھر کو بے انصافی سے اور اپنے بالا خانوں کو ظلم سے بناتا ہے اور اپنے پڑوسی سے بیگار لیتا ہے اور اس کی مزدوری اس کو نہیں دیتا ہے۔ جو کہتا ہے میں اپنے لئے بڑا مکان اور ہوا دار خانہ بناؤں گا جو دیوار کی لکڑی چھت پر لگاتا ہے۔(٦٥) ''کیا شریر کے گھر میں اب تک ناجائز نفع کے خزانے اور ناقص نفرتی پیانے نہیں ہیں۔ وہاں کے دولت مند ظلم سے پر ہیں اس کے باشندے جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کے منہ میں دغا باز زبان ہے''(٦٦) بائبل کا مذکورہ جملہ ناجائز نفع خوری کے رجحانات کی پوری پوری نشاندہی کرتا ہے۔ (اسلام رہائشی عمارات پر ضرورت سے زیادہ نہ پسند کرتا ہے ''الشعراء 128 آیت کریمہ مزید تفصیل معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ اور تفہیم القرآن مولانا مودودیؒ دیکھئے)۔

اس اخلاقی معاشرتی بگاڑ کی اصلاح کا کام وہاں کے مذہبی طبقے کی ذمہ داری تھی لیکن اسرائیلی ریاست کی طرح یہاں بھی مذہبی طبقہ بذات خود معاشرے پر ایک اخلاقی داغ تھا۔ اس دور کے مذہبی لوگوں کے کردار کو بائبل مختلف مقامات پر اور مختلف حوالوں سے بیان کرتی ہے ان میں سے چند مقامات ملاحظہ ہوں:

''سب چھوٹے سے بڑے تک لالچی اور نبی سے کاہن تک دغا باز ہیں''(٦٧)۔

''میں نے سامریہ کے نبیوں میں حماقت دیکھی ہے انہوں نے بعل کے نام سے نبوت کی ہے میں نے یروشلم کے نبیوں میں ایک ہولناک بات دیکھی ہے وہ زنا کار ، جھوٹ کے پیرو اور بدکاروں کے حامی ہیں کوئی اپنی شرارت سے باز نہیں آتا وہ سب میرے لیے سدوم اور عمودہ کی مانند ہیں''(٦٨)

''اس کے کاہنوں نے میری شریعت کو توڑا ہے انہوں نے نجس اور طاہر میں فرق نہیں کیا ہے انہوں نے مقدس اور عام میں فرق نہیں کیا اس کے امراء شکار کو پھاڑنے والے بھیڑیوں کی طرح ہیں جو ناجائز نفع کی خاطر خون ریزی کرتے اور جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور ان کے نبی ان کے لئے کچی کہگل ہیں باطل رویا دیکھتے اور جھوٹی فالگیری کرتے ہیں اور کہتے ہیں خداوند یوں فرماتا ہے حالانکہ خدا نے نہیں کہا گیا''(٦٩)

حزقی ایل علیہ السلام کے ان الفاظ کو قرآن کریم نے **لولا ینھھم الربانیون والأحبار عن قولهم الاثم واکلهم السحت** کے الفاظ سے بیان کیا ہے جو اس قوم کے مذہبی طبقے کے منہج حیات کو واضح کرتا ہے۔ ہمارے اکثر علماء نے ''السحت'' کا معنی حرام کیا ہے جبکہ سحت کا معنی ایسی کمائی ہے جو باہمی ایثار و مودت کے تعلقات کے منافی ہو (جیسے دوکاندار کا کسی چیز کو بازار کے ریٹ سے زیادہ مہنگے داموں فروخت کرنا یا ہمارے ہاں وکیلوں اور ڈاکٹروں کی بھاری فیسیں) دیکھئے: لغات القرآن للاستاد نعمانی و مفردات القرآن للاصفہانی)

اس سوسائٹی میں مذہبی ٹھیکیدار بنو لادی تھے، ان لادیوں کی بابت اللہ تعالیٰ نے یوں کہا: ''اور بنو لادی مجھ سے دور ہو گئے ہیں، وہ بتوں کی پیروی کر کے مجھ سے گمراہ ہوئے، اپنی بدکرداری کی سزا پائیں گے''۔(٧٠)

انہی بدکرداریوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے آخری نبی یرمیاہ نے ان کو بار بار خدا کے عذاب سے ڈرایا جو ان پر آنے والا تھا، چنانچہ ایک موقعہ پر کہا ''اے یروشلم تجھ پر کون رحم کھائے گا کون تیرا ہمدرد ہو گا کون تیری طرف آئے گا کہ تیری خیریت پوچھے تو نے مجھے ترک کیا اس لئے میں تجھ پر اپنا ہاتھ بڑھاؤں گا اور تجھے برباد کر دوں گا، میں ترس کھاتے کھاتے تنگ آ گیا ہوں''۔(٧١)

تمدنی ترقی جس کا بھوت آج ہر فرد اور ملک پر سوار ہے ایک ایسا زہر ہلال ہے جو بالآخر قوموں کے نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ بھوکے افغانیوں کے ہاتھوں سوویت یونین کا خاتمہ ہمارے سامنے ہے۔ روسی معاشرہ اخلاقی طور پر ختم ہو چکا تھا۔ برطانیہ جس کی سلطنت میں سورج غروب نہ ہوتا تھا

سمٹاؤ کی آخری حدوں کو پہنچا ہوا ہے۔ امریکہ اپنے اخلاقی زوال کی بنا پر اختتام کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے۔ ہماری اس بات پر یقین نہ ہو تو امریکہ کے سابق صدر جمی کارڈ کی کتاب Our Endangured Values پڑھ لیجئے۔ جس میں انہوں نے خوب جی بھر کر امریکی معاشرے کے اخلاقی زوال کا رونا رویا ہے۔ امریکی تھنک ٹینک Rand Corporition کے مطابق عراق و افغانستان میں تین لاکھ امریکی فوجی ذہنی امراض میں مبتلا ہیں۔ 2007ء میں 115 سپاہیوں نے خودکشی کی ہے۔ سکون آور ادویہ Parazac اور Zolofit کا استعمال ان میں بڑھ رہا ہے۔(۷۲)

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ زندگی کی آسائشیں آرام پسندی اور تن آسانی پیدا کرتی ہیں اور ہمت و جفا کشی ختم کر دیتی ہیں جس کی انتہاء یہ ہوتی ہے کہ متنعم طبقہ اپنی بقاء کی خاطر لڑنے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھتا ہے۔ یہ معاشرتی کمزوری قریبی جفاکش اقوام کو فتوحات پر اکساتی ہے اور متمدن قوم، سادہ مزاج جفاکش قوم کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ حال یہودا کا ہوا عیش پسندی اور آرام طلبی نے بقاء کی خاطر لڑنے کی صلاحیت ختم کر دی۔ بابلی حکمران بخت نصر کلدانی کو اس سے حوصلہ ملا اور 586 قبل مسیح اس نے حملہ کیا اٹھارہ ماہ تک یروشلم محاصرے میں رہا۔ اس محاصرے میں یہودیوں پر ایسی بھوک ٹوٹی کہ یہ لوگ اپنے ہی بچوں کو بھون بھون کر کھانے پر مجبور ہو گئے۔ شہر کو فتح کر کے تمام آبادی کو تہہ تیغ کیا۔ جو بچے ان کو بابل غلام بنا کر لے گیا اور پورے شہر یروشلم کو بمعہ ہیکل سلیمانی بنیادوں سے ختم کر دیا۔(۷۳)

عراق و شام کا یہ علاقہ شروع سے عالمی تہذیبوں کا مرکز بھی رہا ہے اور تہذیبوں کی آماجگاہ بھی۔ بابلی/یونانی/رومی اور ایرانی فوجیں اس علاقے کو تاراج کرتی رہی ہیں۔ اس علاقے کے یہودی چاروں طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے رہتے تھے۔نسلی تعلّی ان بیرونی خطرات کا احساس نہ ہونے دیتی تھی، انہیں کبھی اہل عراق آڑے ہاتھوں لیتے کبھی اشوری (شام) کے حکمران ان کے لئے عذاب بنتے، کبھی ایرانی ان کو زیر کرتے اور کبھی رومی ان پر حکمرانی کے خواب دیکھتے۔ یروشلم کی یہ تباہی جو بخت نصر کے ہاتھوں ہوئی جو عراق سے حملہ آور ہوا تھا۔ اس حملے کے بعد فاتحین نے ان کو بابل سے جا کر تہذیبی لحاظ سے مکمل طور پر ختم کرنے کی کوشش کی۔ بابل کی غلامی میں ان کی زرتشتی تہذیب نے ان میں کئی مذہبی کلامی مسائل پیدا کیے تاہم اس شکست کا ان کو ایک فائدہ ہوا کہ ان میں عقیدہ توحید خوب مضبوط ہو گیا۔ زرتشتی تعلیمات کے نتیجے میں ان میں آخرت کا عقیدہ ان پر مذہب کی گرفت کمزور کرنے کے لئے مضبوط ہوا۔ دوسرے ان میں احساس ذمہ داری کا جذبہ پروان چڑھا۔ اسفار موسیٰؑ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ان میں آخرت جزا و سزا کا تصور نہ تھا۔ اسی طرح ان میں پہلے

تصور یہ تھا کہ باپ دادا کے جرائم کی سزا اولاد کو ملتی ہے لیکن اب ان میں یہ بات عقیدہ بن گئی کہ انسان اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے۔ حالات نے پھر پلٹا کھایا۔ 538 قبل مسیح میں ایرانی حکمران کیخسرو نے بابلیوں کو شکست دی۔ بابلیوں کی یہ شکست ان کے لئے رحمت ثابت ہوئی، کیخسرو نے فتح کے بعد ان کو آزاد کر دیا اور ہیکل کی تعمیر کی اجازت دے دی۔ اس دور میں عزرا نبی تھے(۷۴) جن کی تعلیمات کی بدولت ان میں بت پرستی ختم ہوئی۔ حضرت عزیرؑ نے تورات جو معدوم ہو گئی تھی دوبارہ لکھی، ہیکل کی تعمیر کی اور ایک ہیکل میں عبادت کا تصور ختم کر کے علاقائی معبد (synogogue) بنانے کا حکم دیا۔

334 قبل مسیح میں سکندر اعظم نے اس علاقے کو فتح کر کے ان کو نکال باہر کیا اور یہاں یونانیوں کو لا بسایا۔ اس سیاسی فتح نے اسرائیلیوں پر یونانیوں کی علمی برتری کا رعب مکمل کر دیا اور یوں یہ لوگ یونانیت (Hellenisation) میں رنگے گئے۔ اس دور میں انہوں نے بائبل کو دوبارہ مدون کیا۔ اس تدوین بائبل کا حیران کن پہلو یہ ہے کہ نسلی برتری کی حامل اس قوم نے بائبل کو اپنی زبان عبرانی میں نہیں بلکہ یونانی زبان میں مدون کیا۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے۔ اس یونانیت نے ان کے تمدن کو بری طرح متاثر کیا حتی کہ ان میں یونانی بت پرستی گھر کر گئی۔ رومی مصر پر قابض ہوئے تو شام کے یونانی حکمران انطیوقس نے یہاں کے یہودیوں کے خلاف کارروائی کی ہزاروں کی تعداد میں ان کو قتل کیا اور حکم نافذ کر دیا کہ اس پورے علاقے میں صرف ایک مذہب یونانی مذہب ہو گا اور صرف یونانی دیوی دیوتاؤں Zeus جسے دیوتاؤں کا بادشاہ کہا جاتا تھا۔ Apollo یہ روشنی اور موسیقی کا خدا تھا عقل اور جنگ کا خدا Athene تھا اور دولت کا خدا Pluto کی پوجا کا حکم دیا گیا۔ یہ لوگ اس یونانیت سے اس حد تک مرعوب ہوئے کہ ہیکل میں Zeus دیوتا کی تصویر رکھ دی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ انطیوقس (Antiochus) یہودیوں کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا جس کے خلاف یہودیوں میں مکابی تحریک اُٹھی یہودیوں نے انطیوقس کے خلاف جنگ اسی جذبے سے لڑی جس جذبے سے عیسائی یورپ نے بعد ازاں مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں لڑیں اس جنگ کو یہودیوں نے مذہبی جنگ قرار دیا تھا لیکن شام کی یونانی افواج نے بڑی بے رحمی سے اس تحریک کو کچل دیا یہودیوں کے لئے یہ المناک دور 143 ق م میں ختم ہوا۔

یونانیوں کی اس ظالمانہ کاروائیوں کے خلاف یہودیوں میں ایک مذہبی تحریک اٹھی جس کا مقصد یہودی تہذیب کا تحفظ تھا۔ اس تحریک کے لوگ ابتداء میں Hasdaean کہلائے اور بعد ازاں یہی لوگ فریسی کہلائے جانے لگے۔ یہ لوگ توحید عبادات و اخلاق اور آخرت پر پورا یقین رکھتے تھے۔ اس

کے برعکس ایک اور طبقہ ان میں پیدا ہوا جو ایسینی (Essenes) کہلاتا تھا۔ یہ حصول لذت کو گناہ سمجھتے تھے اور اشتراکی نقطہ نظر کے لوگ تھے۔ اس پورے دور میں پرانی دو سلطنتوں والی تقسیم یہودیوں میں باقی رہی۔ سماریہ کے یہودی اور جوڈیا کے یہودی ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنی پہچان کی خاطر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگے رہتے۔

شام کی یونانی حکومت کے اثرات کم ہوتے ہی یہود کا ایک طبقہ رومی اقتدار کا حامی ہو گیا رومیوں کی حمایت حاصل کرکے مکابی کے بھائی جونا تھان (Jonathan) جوڈیا کی سلطنت قائم کر کے حکمران بن گیا۔ ان لوگوں نے سماریہ کے علاقے کو بھی فتح کر کے ایک یہودی سلطنت قائم کی۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد متحدہ یہودی سلطنت پہلی مرتبہ قائم ہوئی سماریہ کا شہر ان کے ہاتھوں تاراج ہوا۔ اس ظاہری اتحاد نے حقیقی اتحاد پیدا نہ کیا اس ظاہری اتحاد کے باوجود اندرونی خلفشار رومی حکومت کے لئے آئے دن مسائل پیدا کرتا تھا۔ اس بناء پر رومی جنرل (Pompy) نے اس کو تاراج کیا۔ بعد ازاں اس یہودی ریاست جوڈیا پر ہیرودیس (Herod) نے حکومت قائم کی اس وقت روم کے تخت پر اغسطس (Augustus) قیصر روم (44 تا 641 قبل مسیح) حکمران تھا اس وقت بھی اس یہودی ریاست کی معاشرتی مذہبی بد کرداریاں زوروں پر تھیں۔ بیرونی حملہ آوروں کے بار بار کے حملے ان کے لئے عذاب بنے ہوئے تھے۔ اس صورتحال میں ان میں ایک نجات دہندہ کی آمد کا تصور پایا جاتا تھا۔ اسی ہیرودیس کے آخری دور میں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔(۷۵) اس دور میں ان کی مذہبی صورتحال معاشرتی تمدن اور سیاسی کلچر ان کی روایات کے مطابق ہی رہا اللہ کے احکام کی صریح خلاف ورزی فتنہ و فساد، ہوس زر، تعصب و تعلّی اور قتل اس حد تک بڑھے کہ انبیاء کرام تک قتل کئے گئے جن میں یسعیاہ نبی، یرمیاہ نبی زکریا نبی اور یحییٰ نبی جیسے الوالعزم نبی شامل ہیں اور جو خود ان میں سے (بنی اسرئیل) تھے تک کا قتل سے بڑھ کر کوئی جرم کیا ہو سکتا تھا۔ یہ بھی انہوں نے کیا ''تیرے نبیوں کو جو نصیحت دیتے تھے قتل کیا اور انہوں نے کاموں سے مجھے غصہ دلایا۔(۷۶) پھر اس قوم کی بدبختی کہ ان کے ہر نبی نے ان کے حق میں اللہ کے حضور بد دعا کی۔ یہ بددعائیں بائبل میں موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں بد دعا اور سزا(۷۷) حضرت یوشعؑ کی بددعا اور خدا کا عذاب(۷۸) حضرت داؤدؑ کا اللہ کے حضور شکوہ اور ان کو سزا (۷۹) حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں بدکرداریوں پر عذاب(۸۰) اور دیگر انبیاء کی بددعائیں بائبل میں آج بھی موجود ہیں۔

اس قوم نے انبیاء سے محاذ آرائی کا سلسلہ رومیوں کے دور میں بھی جاری رکھا۔ حضرت عیسیٰؑ اس قوم میں مبعوث ہوئے تو اپنی سابقہ ''قابل فخر'' روایات قائم رکھتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے ساتھ بھی انہوں نے محاذ آرائی جاری رکھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے عقیدے کے مطابق مصلوب کئے گئے، ان کو مصلوب کیوں کیا گیا۔ اس کی وجوہات یہودی و عیسائی لٹریچر میں بالتفصیل موجود ہیں، جس کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارہ قبائل میں سے یہودہ کے قبیلے سے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی ذات کے دو پہلو ان کے لیے قطعی طور پر ناقابل قبول تھے۔ سب سے پہلا منفی پہلو یہی تھا کہ وہ یہودیوں کی مذہب و سیاست کی تقسیم کے مطابق سیاسی خاندان (یہودہ) میں پیدا ہو کر مذہبی تعلیم دینے لگے ان کے قائم کردہ اصول کے مطابق مذہبی تعلیم صرف بنو لادی کا حق تھا۔

دوسرا یہود کے لئے ناقابل قبول پہلو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ تعلیمات تھیں جو ان کے معاشی مفادات اور ان کی روشن خیالی کی مذمت کرتی تھیں۔ آپ نے فرمایا ''اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو''(۸۱) خون نہ کرنا، زنا نہ کرنا، جھوٹی قسمیں نہ کھانا، انتقام کی بجائے عفو و درگزر سے کام لینا۔ نذر نیازوں میں پیسہ ضائع کرنے کی بجائے اپنے بھائی کی شکایت دور کرنا، صدقہ خیرات چھپ کر کرنا ، جھوٹے نبیوں سے خبردار رہنا جو تمہارے پاس بھیڑوں کی شکل میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے''(۸۲) بائبل ہی بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی یہ تعلیمات ان کے لئے حیران کن تھیں: ''جب یسوع نے بات ختم کی تو ایسا ہوا کہ بھیڑ اس کی تعلیم سے حیران ہوئی کیوں کہ وہ ان کے فقیہوں کی طرح نہیں بلکہ صاحب اختیار کی طرح ان کو تعلیم دیتا تھا''(۸۳) خط کشیدہ عبارت یہ وضاحت کر رہی ہے کہ زمانے کے مروجہ مذہبی طبقے کی تعلیمات کے مقابلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات منفرد قسم کی (الہامی) تھیں۔

نوٹ: بائبل میں جا بجا ''جھوٹے نبی'' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ اس بارے میں ذہن میں رہے ''یہود کی اصطلاح میں نبوت اسلامی نبوت سے بالکل الگ مفہوم رکھتی ہے۔ ان کے ہاں یہ ضروری نہیں کہ نبی کا تعلق اللہ کے ساتھ جڑا ہوا اور مستحکم ہو یا اس کی نسبت مع اللہ قوی ہو''وہ نبی یا نبوت کے قائل صرف ان کے لغوی معنی میں تھے۔ نبی ان کے ہاں پیشگوئی کرنے والا زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ صاحب کشف بھی ہو جیسے شرک قوموں میں کاہن۔ ان کے ہاں نبی اور کاہن کی اصطلاح میں ساتھ ساتھ چلتی تھیں''۔(۸۴)

ان تعلیمات کو ہوس زر کے مارے دولت مند مذہبی ٹھیکیدار کیونکر قبول کرتے، ان کی ہوس زر کا عالم یہ تھا کہ مذہبی اجارہ داروں سے ملی بھگت کر کے یہ لوگ خود ہیکل سلیمانی میں خرید و فروخت کے بازار لگاتے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ''یسوع نے خدا کے ہیکل میں داخل ہو کر ان سب کو نکال دیا

جو ہیکل میں خرید و فروخت کر رہے تھے اور صرافوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں الٹ دیں اور ان سے کہا کہ میرا گھر دعا کا گھر کہلائے گا تم اسے ڈاکوؤں کی کھوہ بناتے ہو(۸۵) ہوس زر کی یہ انتہاء تھی اور مذہبی طبقے کی بدکرداری کے عروج کا یہ عالم تھا کہ بد اخلاقی اور بدکرداری کی تعلیم دینا دولت کمانے کا بڑا ذریعہ بن چکا تھا۔ ''بہت سے لوگ سرکش اور بیہودہ اور دغاباز ہیں خاص کر مختونوں میں سے ان کا منہ بند کرنا چاہئے۔ یہ لوگ ناجائز نفع کی خاطر ناشائشہ باتیں سکھا کر گھر کے گھر تباہ کر دیتے ہیں۔(۸۶) پال کا یہ خط ٹائٹس کے نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی اخلاقی بدحالی کی تصویر پیش کرتا ہے۔

بدکرداری و بداخلاقی کو ذریعہ آمدنی بنانے والی قوم آج اگر فلم انڈسٹری (خاص طور پر امریکہ کی ہالی وڈ) اور الیکٹرانک میڈیا پر قابض ہو کر Fox Life نام سے چینل چلا کر وہ سب دکھائے جو نہیں دکھایا جانا چاہیے انٹرنیٹ پر فحش فلمیں دکھا کر رہا سہا اخلاقیات کا جنازہ نکالا جائے تو یہ ان کے ماضی کا تسلسل ہے ان کے ہاں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تعلیمات میں ان مذہبی بدکرداروں کی سب سے زیادہ مذمت کی ہے جو الفاظ کی حد تک تو تعلیمی سرگرمیوں میں حصہ لیتا تھا لیکن عملی طور پر بدکردار تھا۔ ان مذہبی بیانات کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

۱۔ ''فقیہ اور فریسی موسیٰؑ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس وہ جو کچھ تمہیں بتائیں وہ سب کرو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں ہیں۔

۲۔ وہ اپنے تعویذ بڑے بناتے اور اپنی پوشاک کے کنارے چوڑے رکھتے ہیں اور ضیافتوں میں صدر نشین اور عبادت گاہوں میں اعلیٰ درجے کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام اور آدمیوں سے ربی کہلانا پسند کرتے ہیں'

۳۔ ''اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! تم بیواؤں کے گھروں کو دباتے ہو اور دکھاوے کے لئے نمازوں کو طول دیتے ہو تمہیں زیادہ سزا ہو گی۔ مذکورہ عبارات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ غریب طبقہ کے معاشی استحصال میں یہ لوگ برابر کے شریک تھے۔

۴۔ ان کے معاشرے میں پیری مریدی ایک کاروبار بن چکی تھی جس کا بنیادی مقصد مذہب کے نام پر بدعملی پھیلانا تھا۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس کہ ایک مرید کرنے کے لئے تری اور خشکی کا سفر کرتے ہو اور جب مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دونا جہنم کا ایندھن بناتے ہو''۔ خط کشیدہ عبارت صاف ظاہر کرتی ہے کہ مذہب کے نام پر بے عملی پھیلائی جا رہی تھی۔

۵۔ ان کے خانقاہی نظام میں قبریں بنانا اور ان کو آراستہ کرنا بھی ان کی مذہبی تعلیمات کا حصہ تھا چنانچہ بائبل ہی کا بیان ہے: ''اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس کہ نبیوں کی قبریں بناتے اور راستبازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو''۔ اس شیطانی خانقاہی نظام کے مرکزی کردار یہ مذہبی لوگ پرلے درجے کے بد کردار ہوتے تھے۔ ''اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس کہ تم سفیدی پھری قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور نجاست سے بھری ہیں۔ اس طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راست باز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکار اور بے دین ہو''۔

۶۔ یہاں کی سوسائٹی میں موجودہ دور کے اوقاف سے ملتا جلتا ایک محکمہ تھا جو معبدوں سے ٹیکس وصول کرتا تھا۔ یہ ٹیکس ایک مذہبی ٹیکس بھی تھا جو آمدنی کا 1/10 ہوتا تھا۔ اس ٹیکس کی ادائیگی کے بعد احکام شرعیہ کی پابندی ضرور ی خیال نہ کی جاتی تھی۔ ''اے ریا کار فقیہواور فریسیوتم پر افسوس! کہ پودینہ، سونف اور زیرہ پر تودہ یکی دیتے ہو پر تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے''۔(۸۷) (یہ تما م مذمتی بیانات متی کے باب 23 سے لئے گئے ہیں)۔

اس مذہبی ٹیکس کی ادائیگی اس قدر ضروری تھی کہ یہ ٹیکس خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی وصول کیا جاتا تھا۔(۸۸) بائبل کے بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ٹیکس رومی حکومت وصول کرتی تھی البتہ اس کو مذہبی سند معاشرے کے اس مذہبی طبقے نے دے رکھی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ بیانات اس معاشرے کی اخلاقی قدروں مذہبی لوگوں کے کردار اور عوام الناس سب کے اجتماعی کردار کی مکمل تصویر پیش کر رہے ہیں۔

اس صورتحال میں Herod کی موت کے بعد Pontius فلسطین کا گورنر بنا، اس نے اسرائیل اور جوڈیا کے تمام علاقے زیر کر کے اسے رومی حکومت کا حصہ بنا لیا اس گورنر کا پورا نام (Pontius Pitate) پونٹیس پیلا طوس تھا۔ اس نے ہیکل میں رومی بت بھی نصب کروائے کہ ان کی عبادت کی جائے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ ہیکل میں رومی بت بھی ہیں وہ خرید و فروخت کا مرکز بھی بنا لیا گیا ہے اور دین موسوی کا معبد بھی ہے۔ اس صورتحال کے خلاف حضرت عیسیٰؑ سراپا احتجاج ہیں، آپ کے اس احتجاج نے مذہبی اجارہ داری کے لئے خطرات پیدا کر دیے۔

ان دو وجوہات کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف مذہبی طبقے کی محاذ آرائی فطری بات

تھی۔ چنانچہ یہ طبقہ آپ کو ختم کرانے کی تجاویز سوچنے لگا اور آخر حضرت عیسیٰؑ کے ایک شاگرد کو تیس روپوں کے بدلے میں خریدا کہ وہ آپ کو گرفتار کرائے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے فرد جرم یہ عائد کی گئی کہ انہوں نے ہیکل کو گرانے کی بات کی ہے۔ ''گرفتار کر کے آپ کو (High Priest) کائفا کے پاس لے گئے یہاں آپ پر تشدد کیا گیا منہ پر تھوکا گیا مکے مارے گئے''۔(۸۹) کیس عدالت میں گیا ''گورنر روم پیلاطوس آپ کو پھانسی لگانا نہ چاہتا تھا لیکن اس پر ان مذہبی لوگوں کا دباؤ تھا اسی کیس کے دوران یہ ہوا کہ ایک مشہور ڈاکو برابا گرفتار ہوا تو مذہبی اجارہ دار اس کے سب بڑے سفارشی تھے جبکہ پیلا طوس اسے سزا دینا چاہتا تھا۔ اس نے ان مذہبی اجارہ داروں سے کہا کہ یسوع یا برابا میں سے ایک کو رہا کروں گا اور اس کا ارادہ یسوع کو رہا کرنے کا تھا لیکن یہودی مذہبیوں نے وہاں بلوہ کیا (آج کی زبان میں جلسہ جلوس اور ہڑتالیں) اور مطالبہ کیا کہ برابا کو رہا کیا جائے اور یسوع کو پھانسی دی جائے۔ اس طرح یسوع کو پھانسی دلوائی گئی جب پھانسی ہو گئی تو یہ لوگ مصلوب یسوع سے مخاطب ہو کر کہتے تھے۔ ''اے لٹکتی لاش، مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں ہیکل بنانے والے اپنے کو بچا اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب سے اتر آ''۔(۹۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس جرم میں پھانسی دی گئی یہودی اور عیسائی لٹریچر میں اس بارے میں بیانات مختلف ہیں۔ بائبل کے مذکورہ بالا بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جرم یہ ہے کہ آپ نے ہیکل کو گرانے کی بات کی تھی جبکہ یہودیوں کی سب سے معتبر کتاب تالمود (Talmud) (یہودیوں کی یہ کتاب کئی اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر جزو کے آگے اجزاء ہیں اور کل 63 اجزاء پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب 10 ضخیم جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔ ایک صفحہ عبرانی زبان میں اور دوسرا انگریزی میں ہے۔ یہ کتاب ان کے نزدیک بائبل سے زیادہ معتبر ہے) کے مطابق یسوع خاندانی لحاظ سے گرا ہوا آدمی جادوگر تھا (جادو) سکھاتا تھا۔ یہودی قوانین کے مطابق جادوگری کی سزا پھانسی ہے، انصاف کے تمام تقاضے پورے کر کے اس کو پھانسی لگایا گیا ہے۔(۹۱)

تالمود کا یہ بیان سراسر جھوٹ ہے اصل وجہ پھانسی کی یہ دو باتیں یعنی ہیکل کو گرانے کا دعویٰ اور مذہبی طبقے کی اصلاح تھا حقیقت یہ ہے کہ کسی معاشرے کے مذہبی طبقے کی اصلاح سب سے زیادہ مشکل کام ہوتا ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ماضی میں انبیاء کے ساتھ جو سلوک کرتے رہے ہیں مجھ سے بھی یہی سلوک کریں گے۔ انبیاء کی خدا داد فقیہانہ اور حکیمانہ بصیرت حالات کو سب سے زیادہ سمجھنے والی ہوتی ہے بائبل بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اندازہ ہو چکا تھا

کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔(۹۲) اس لئے اپنے مصلوب ہونے سے پہلے یہ بتا دیا تھا کہ مسلسل اللہ کی نافرمانیوں، قتل انبیاء اور اخلاقی گراوٹوں کے باعث یروشلم بمعہ ہیکل ختم ہونے والا ہے ''سچ کہتا ہوں کہ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے گا''۔(۹۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشگوئی یوں پوری ہوئی کہ آپ کے بعد رومیوں نے ان پر اپنے مذہبی قوانین جبراً نافذ کیے اور حکم دیا گیا کہ دیگر رعایا کی طرح یہودی بھی شہنشاہ کی عبادت کیا کریں۔ جس پر 96 عیسوی میں یہودیوں نے آزادی کی تحریک شروع کی۔ یہ تحریک علاقے میں رومی اقتدار کے لیے خطرہ بنی تو رومی حکمران ٹائٹس نے 70 عیسوی میں حملہ کر کے پورے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ہیکل کو بنیادوں سے ختم کر دیا۔(۹۴)

اس کے بعد رومی شہنشاہ ہیڈریان 138 عیسوی برسراقتدار آیا تو اس نے یہودیوں پر اپنی تہذیبی برتری ثابت کرنے کے لیے ختنہ کی ممانعت کا حکم جاری کیا اور ہیکل کے مقام پر رومی دیوتا جیو پیٹر کا مندر تعمیر کیا۔ اس پر یہودیوں نے سائمن بن کسیبا (135) عیسوی کی سرپرستی میں بغاوت کی۔ کچھ عرصہ کے لیے ان کا یروشلم پر قبضہ ہو گیا لیکن رومی حکمران نے ایک زبردست فوج بھیج کر یروشلم پر دوبارہ قبضہ کیا۔ یہودیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا گیا، جبل صیہون پر رومی دیوتا کا مندر دوبارہ تعمیر کیا گیا، جسے یہودیوں نے جلا دیا تھا اور یروشلم میں یہودیوں کے داخلہ پر مکمل پابندی لگا دی۔(۹۵)

چوتھی صدی عیسوی کی ابتداء میں جب رومی شہنشاہ قسطنطین نے عیسائیت کو سرکاری مذہب قرار دیا تو رومیوں نے یہودیوں پر عرصہ حیات مزید تنگ کر دیا۔ اس لیے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکائے جانے کے مجرم سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ قسطنطین نے حکم جاری کیا کہ اگر یہودیوں کے کسی اقدام سے عیسائی لوگوں کو خطرہ لاحق ہو تو ایسے تمام یہودیوں زندہ جلا دیا جائے۔ یہودی مذہب قبول کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ کوئی یہودی نہ کسی عیسائی کو غلام بنا سکتا تھا اور نہ ہی کسی عیسائی عورت سے شادی کر سکتا تھا یروشلم میں داخلے کا قانون مزید سخت کر دیا گیا اور نیا قانون یہ نافذ کیا گیا کہ یہودی یروشلم سے تین میل دور رہ کر عبادت کریں گے۔(۹۶)

شہنشاہ قسطنطین نے یروشلم میں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کروایا جس کی تکمیل 335 عیسوی میں ہوئی۔(۹۷)

اس صورت حال نے یہودیوں کو فلسطین سے دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ کچھ لوگ روس اور یورپ کی طرف ہجرت کر گئے۔ کچھ لوگ سپین (مسلم سلطنت) کی طرف نکل

گئے اور کچھ دیگر عرب علاقوں میں جا بسے جن میں سے تین قبیلوں بنو قینقاع، بنو نضیر اور قریظہ نے مدنیہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔

آنحضرت ﷺ کے دور میں بنو نضیر نے آپؐ کو شہید کرنے کی کوشش کی، اس بناء پر مدینہ سے نکال دیے گئے فتح خیبر کے موقع پر ایک یہودیہ نے آنحضرت ﷺ کو دعوت پر بلا کر کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں آپؐ کے ساتھ دعوت میں شریک ایک صحابی شہید ہو گئے جس کے قصاص میں اس یہودیہ کو قتل کیا گیا۔

دور صحابہ، اموی دور اور عباسی دور میں یہ لوگ مسلم علاقوں میں نہایت امن اور سکون سے رہے عباسی دور میں یہودیوں کا سربراہ جو گوؤن (Goan) یا یشیوا (Yesheva) کہلاتا تھا وہ جب مسلمان خلیفہ سے ملاقات کے لئے آتا تو پورے شاہی آداب سے آتا تھا۔ اس کے آگے چوبدار باقاعدہ آواز لگاتا ہے اترکوا طریق لسیدنا ابن دائود خلیفه اور تمام درباری اس کا شاہی آداب کے مطابق استقبال کرتے تھے۔(۹۸)

یہ احسان فراموش قوم اپنی اس بے خانمائی (Diaspora) کے دور میں مسلم علاقوں میں حکومت کے ایوانوں سے لے کر کاروباری دنیا میں مکمل طور دخیل تھی۔ اسلامی ریاست میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام چھ صدیوں سے زیادہ عرصہ امن اور ہم آہنگی سے رہے باقی یورپ کی طرح انہیں ظلم وستم کا نشانہ نہیں بننا پڑا لیکن جب مسلم اقتدار کا خاتمہ ہوا تو عیسائیوں نے ان لوگوں کو جبراً عیسائی بنایا، یا پھر قتل کیا گیا عیسائیت قبول کرنے والے یہ یہودی (Canvesos) کہلائے لیکن عام عیسائی انہیں نفرت سے (Marranos) خنزیر کہتے تھے۔(۹۹)

عثمانی ترکوں کے دور میں بھی مسلمانوں کی مہمان نوازی کا لطف لینے والی اس قوم نے مسلمانوں کو یہ صلہ دیا کہ عثمانی خلیفہ سلطان محمد رابع 1687 عیسوی کے دور میں یہودیوں نے شبیتائی زیوی کی قیادت میں ریاست کے خلاف بغاوت کی۔ جب اسے گرفتار کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو یہ مسلمان ہو گیا لیکن اندرونی طور پر یہ یہودی ہی رہا اس کے مرنے کے بعد اس کے پیروکاروں میں سے دو سو یہودی خاندانوں نے ظاہراً اسلام قبول کیا لیکن اندرونی طور پر یہ یہودی ہی رہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ مسجدوں میں نماز بھی پڑھتے لیکن خفیہ طور پر اپنے معبدوں (Synogoge) میں عبادت بھی کرتے۔ یہ گروہ دونمہ (Donmeh) کہلائے (اتا ترک اور اس کے ساتھی اسی تحریک کے رکن تھے اسی شبطائی فرقہ میں ایک اور گروہ پیدا ہوا جس کا سربراہ جیکب فرینک 1791 تھا۔ اس نے

جنسی آزادی کا نعرہ لگایا آج کے دور کے بہت سے جدید رجحانات سیکولر ازم، تشکیک پسندی، دہریت، عقلیت پسندی، منفیت پسندی، تکثیریت اور عقیدے کو نجی معاملہ سمجھنا کے پیش رو یہی یہودی ہیں۔(۱۰۰)

اپنی اس بے خانمائی (Diaspora) جسے قرآن نے **ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ** کہا ہے کے دور میں یہ قوم ایک طرف مسلم علاقوں میں بڑے مزے سے رہ رہی تھی جبکہ یورپ میں اس کے ساتھ جو انسانیت سوز سلوک ہو رہا تھا وہ ہم جناب پروفیسر سید ندوی کی کتاب ''فلسطین اور بین الاقوامی سیاست سے اختصاراً بیان کرتے ہیں جو انہوں نے مشہور یورپی مورخ سولو ویلمیر (Solowillmayer) کی کتاب (A Social and Religious History of US) کے حوالے سے نقل کیا ہے، پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

''شرق اوسط میں بربادی اور تاراجی کے بعد یہودی سارے عالم میں تتر بتر ہو گئے عارضی طور پر انہیں یورپ میں پناہ ملی۔ دوسری، تیسری اور چوتھی صلیبی جنگوں میں (ان کے منفی رویوں کی وجہ سے) ان کے خلاف نفرت بھڑکی۔ ان کے اخراج کی تحریک تمام بڑے شہروں میں شروع ہوئی۔ انگلینڈ جہاں انہیں ابتدائی امان ملی یہودیوں کے اخراج کا مرکز بن گیا۔ ۱۲۹۰ء میں ایڈورڈ اول نے ان کو انگلستان سے نکال دیا۔ 1306ء میں فرانس سے نکالے گئے جرمنی میں 1348ء میں ان سے اتنی نفرت تھی کہ ان کی آبادیوں میں کنوؤں میں زہر گھول دیا گیا۔ 1391ء سے 1401ء تک اسپین میں ان کا قتل عام رہا۔ 1497ء میں پرتگال نے بھی چن چن کر یہودیوں کو ملک بدر کیا۔ یورپ کا مذہبی طبقہ بھی ان سے نفرت کرتا تھا۔ پوپ معصوم سوم نے ان کے لئے ذلت کے نشانات (badge) بنوائے اور مذہبی طور پر یہودیوں کو پابند کیا کہ وہ یہ بیج پہن کر رکھا کریں۔ 1648ء سے 1649ء میں پولینڈ میں ان کا قتل عام ہوا۔ تقریباً پورے یورپ میں یہودیوں پر ایک ذلت ٹیکس (humiliating travel toll) عائد تھا جو وہ اپنے پالتو جانوروں پر بھی دیتے تھے۔ فرانس کا مشہور مفکر والٹیئر باوجودیکہ آزادیوں کا علمبردار تھا یہودیوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ انقلاب فرانس کا عظیم ہیرو نپولین ان کو شک کی نظر سے دیکھتا تھا۔ برطانیہ میں جب 1750ء میں ان کے حقوق کا بل پاس ہوا تو عوام نے اس قدر احتجاج کیا کہ دسمبر 1753ء میں یہ بل منسوخ کرنا پڑا۔ مغربی یورپ میں اس رویے کی وجہ سے یہ لوگ مشرقی یورپ کے ممالک روس، پولینڈ، رومانیہ منتقل ہونے لگے۔

روس میں زار الیگزنڈر دوم کے دور 1870ء-1880ء میں صورتحال یہ رہی کہ قتل یہود ایک

کاروبار بن گیا اور قتل پر یومیہ اجرت دی جانے لگی جس کے نتیجے میں 45 ہزار یہودی یہاں سے امریکہ منتقل ہو گئے۔ 1904ء میں جب جاپان کے ہاتھوں روس کو شکست ہوئی تو اس کا مجرم ان کو سمجھا جانے لگا اور ان کے قتل عام کا منصوبہ بنا لیکن جنگ عظیم اول کے چھڑ جانے کی وجہ سے یہ بچ گئے تاہم یوکرائن میں انہیں جانوروں کی طرح ذبح کیا گیا پولینڈ کے 1831ء کے انقلاب میں ان کا قتل عام ہوا۔ 1875ء میں پورے یورپ میں یہودی خاتمے کی تحریک چلی جس کے نتیجے میں یہ لوگ دھڑا دھڑ امریکہ منتقل ہونا شروع ہو گئے۔ 1933ء میں ہٹلر جب جرمنی میں برسراقتدار آیا تو اس نے (Nuren berg law) کے تحت تمام یہودیوں کو جرمن شہریت سے محروم کر دیا 1938ء میں تمام یہودی معابد مسمار کر دیے گئے۔ ان کی دولت قومی تحویل لے لی گئی۔ ان کے لئے پبلک فون اور سواری کا استعمال بند کر دیا گیا۔ چھ سال کی عمر سے بڑے بچوں کے لئے ذلت کا نشان (badge) لازمی قرار دیا گیا۔ ہٹلر کے یہ قوانین پورے یورپ میں پسند کئے گئے۔ اٹلی اور رومانیہ نے بھی ان قوانین کو نافذ کیا۔ نومبر 1939ء یہودی ان تمام ممالک میں غیر ملکی قرار دیے گئے جس کی وجہ سے امریکہ کی طرف ان کی ہجرت میں تیزی آگئی، امریکی بھی اس قوم سے خائف تھے۔ چنانچہ 1931ء سے 1939ء امریکہ میں ان کے داخلے پر پابندی رہی لیکن یہ چوری چھپے پھر بھی داخل ہوتے رہے۔ 1943ء یہ قانون ختم ہوا اور امریکہ ان کے لئے جنت بن گیا۔(101)

قوموں کے باہمی تعلقات میں یہ ہے اس قوم کا مقام جو یقیناً اس کے اپنے کردار کا پیدا کردہ ہے۔ تاریخی بدکرداریوں کی حامل یہ قوم ماضی کی طرح آج بھی ہر جگہ ہر علاقے اور ہر قوم کے ہاں نفرت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے، جس کا اقرار یہودی قوم کے نجات دہندہ Theodore Hertzel کو بھی تھا۔ (www.mideastweb.org) نام کی یہ ویب سائٹ ہرتزل کی مشہور کتاب Jewish State پر تبصرہ ہے جو کسی یہودی کا ہے) اس کے مطابق ہرتزل اس بات کا شاکی رہا ہے کہ آخر پوری دنیا میں ہم سے نفرت کیوں کی جاتی ہے۔ ہرتزل کو یقیناً اس کا جواب بھی معلوم تھا اور وہ تھا ان کی یہ تاریخی بدکرداریاں اور احسان فراموشیاں جو آج کتب تاریخ و مذاہب میں پوری طرح محفوظ ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے (بنی اسرائیل) درمیان مبعوث ہونے والے ہر نبی کی زبان سے لعنت کے مستحق بنتے رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر آج تک دنیا کی پوری قیادت ماسوائے موجودہ امریکی صدر بش کے ان کو نفرت کی نظر سے دیکھتی ہے۔

ہم نے بنی اسرائیل کا یہ سارا کردار ان کے مذہبی لٹریچر کی روشنی اور حوالہ جات سے بیان کیا ہے۔ اگر اس کی پوری تفصیل کو سمویا جائے تو ان کا قومی مزاج دو خصائص پر مبنی دکھائی دیتا ہے۔ ایک

نسلی تعلّی دوسرے ہوس زر۔ ماضی کی تاریخ ہو یا حال کا ذکر یہ قوم جس علاقے اور جس ملک میں گئی اپنے نسلی تعلّی کی بناء پر اقلیت میں ہونے کے باوجود وہاں کی تہذیب کو قبول کرنے کی بجائے انہوں نے وہاں اپنا کلچر تھوپنے کی کوشش کی۔ مثال کے طور پر اٹلی اور جرمنی میں عیسائیوں سے مختلف نظر آنے کے لئے یہ اپنا مخصوص لباس پہنتے شاید اسی بناء پر ان ممالک میں ان پر الزام لگا کہ یہ اپنی بعض مذہبی رسومات کی خاطر عیسائی بچوں کو اغوا کر کے ذبح کرتے ہیں۔(۱۰۲)

نسلی تعلّی کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ اپنی تہذیبی برتری کا اظہار، دوسرے دوسروں کے مذہب پر ناروا تنقید چنانچہ ان کے مذہبی لٹریچر عیسائیت کے بارے میں خاصہ منفی مواد موجود ہے۔ (آنجناب ﷺ کے بارے میں ڈنمارک کے یہودی اخبار کے کارٹون کا پس منظر یہی ہے)۔ چنانچہ ۱۲۳۹ء میں ایک فرانسیسی یہودی نکلس دائیں نے عیسائی مذہب قبول کیا تو اس نے پاپائے اعظم گریگوری نہم کے سامنے تالمود کی وہ عبارات پیش کیں جن میں حضرت عیسیٰؑ پر کیچڑ اچھالا گیا تھا جس پر پوپ کے حکم سے تالمود کے تمام نسخے جلا دیے گئے۔ اسی طرح فرانس میں انہوں نے عیسائیوں میں مذہبی پھوٹ ڈالنے کی خاطر ان میں تین نئے مسائل چھیڑ ے:

- پطرس حواری روم نہیں آئے تھے۔
- پاپائیت بنیادی طور پر غیر مذہبی ادارہ ہے۔
- عیسیٰؑ کے حواری عیاش، پیٹو اور آوارہ تھے۔

۱۲۰۴ء میں یہ اعتراض شاہ فرانس کے دربار میں پادریوں کی موجودگی میں اٹھائے گئے۔(۱۰۳) اس طرح اپنے مذہب کی بناء پر فرانسیسی سوسائٹی کو خراب ان کی ہوس زر نے کیا۔ شاہ فرانس نے ۱۳۶۱ء میں ان سے قرض لیا جس کی شرائط میں یہودیوں نے یہ شرط رکھی کہ اگلے بیس سال تک اس رقم پر سود عوام ادا کریں گے اور شرح سود دو گنا ہو گی لیکن یہ سود تیس سال تک وصول کیا جاتا رہا۔ اس طرح ان کی ہوس زر نے عوام کے دلوں میں ان کے خلاف جذبات مشتعل کئے۔(۱۰۴)

سولہویں صدی میں انہوں نے اٹلی اور ہالینڈ کی معاشیات پر قبضے کے لیے وہاں بینکاری شروع کی یورپی ممالک جب علم کی تلاش میں نکلے تو ان کی توجہ اس یہودی علمی سرمائے کی طرف گئی جو ان کے پاس عبرانی زبان میں موجود تھا اس کے لیے یہود کی طرف رجوع لابدی تھا اس طرح انہوں نے یہاں اپنی علمی اور مالی سربلندی کے لیے کام شروع کیا اس مقصد کی خاطر ۱۰۷۶ء میں انگلستان کے ایک یہودی آئزک نے عیسائیت سے قرب پیدا کرنے کے لے ایک کتاب لکھی جس کے جواب میں

عیسائیوں نے دو کتابیں لکھیں جن کے نام "The Fiery Dart of Statan" (شیطان کے اگنی بان) اور "Judaism Uncovered" (یہودیت بے نقاب) لکھی جو فرینکفرٹ سے شائع ہوئیں اور یوں علمی فضا ان کے خلاف مکدر ہوئی۔(۱۰۵)

اس وقت امریکہ میں بھی صورت حال کچھ ایسی ہی بنتی جا رہی ہے ہوس زر کی خاطر ان کے اخلاقی ضابطے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور اب امریکہ میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ دولت کی خاطر وہاں ہر برائی پھیلا رہے ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں ہنری فورڈ اوّل نے امریکہ میں یہودی تعلّی سے خبردار کرنے کے لیے "Our International Jews" لکھی۔ اس میں وہ ان کے مزاج کی اس خاصیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "The claim made for the jews that they are sober race may be true but that has not obscured two facts concerning them that they usually constitute the liquar dealers of countries where they live in numbers and that in the United States they were only the race exempted from the operation of the prohibition law"(۱۰۶).

آج اس ملک کی ہوس زر کا یہ عالم ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ جس ملک کو امریکہ مدد مہیا کرتاہے وہ اسرائیل ہے چنانچہ Roan David مشہور امریکی مصنف لکھتا ہے کہ ''امریکا ہر سال اسرائیل کو 3 ارب ڈالر فنڈ مہیا کرتا ہے۔ یہ امداد فی اسرائیلی 1000 اور فی اسرائیلی سپاہی 9000 ڈالر بنتی ہے۔ اس رقم میں اسرائیل کو مہیا کیا جانے والہ اسلحہ شامل نہیں ہے۔(۱۰۷) اس طرح یہ قوم آج امریکی عوام پر بوجھ بنی ہوئی ہے۔ ہوس زر ہی کی وجہ سے اسرائیل عورتوں کی خرید و فروخت کا ایک بڑا مرکز ہے۔ لاہور سے شائع ہونے والے اردوہفت روزہ ''ندائے ملت'' نے لندن سے شائع ہونے والے مشہور عربی جریدے سے ''المجلة'' کے حوالے ایک مضمون میں بیان کیا ہے۔ ''یہاں (اسرائیل) میں پوری دنیا بالخصوص روس سے لڑکیاں لائی جاتی ہیں جن کی قیمت ایک ہزار سے چار ہزار ڈالر تک ہوتی ہے۔ یہاں عورتیں کرائے پر بھی مہیا ہوتی ہے۔ 150 - 300 5000 شیکل (Shequel) اسرائیلی کرنسی میں آدھے گھنٹے کے لئے کرائے پر عورت مل جاتی ہے۔ جبکہ منشیات، ایڈز اورمنی لانڈرنگ کا بھی یہ ملک ایک بڑا مرکز ہے۔(۱۰۸) ہوس زر نے اس ملک کے معاشرے کا یہ رنگ بنا دیا ہے یوں یہ ملک اپنے ان تین خسائس کی بنا پر دنیا کی اخلاقیات کی تباہی کا سامان پیدا کر رہا ہے۔

اس ملک کی قتل و غارت گری کی پالیسی بھی کوئی پوشیدہ شے نہیں ہے۔ اسرائیل کی اس قتل و غارت گری کا اعتراف خود اسرائیلی اہل علم کو بھی ہے۔ پروفیسر شاحق (Shahik) تل ابیب یونیورسٹی کیمسٹری کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب Jewish History and Jewish State میں عربوں پر اسرائیلی مظالم کی داستانیں تفصیل سے لکھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں پر سخت پابندی ہے کہ وہ غیر یہودیوں کو زمین مزارعت پر بھی نہیں دے سکتے۔(۱۰۹) وہاں تعصب کا یہ عالم ہے کہ A jew could not even drink a glass of water in the home of a non-jew(۱۱۰) ۔ کتاب ہذا کے باب پنجم کا عنوان ہے: ”The Laws against Non-Jews“ اس میں موصوف لکھتے ہیں کہ اگر یہودی یہودی کا یا غیر یہودی یہودی کا قتل کر دے تو نظام عدالت حرکت میں آجاتا ہے اور اگر کوئی یہودی غیر یہودی کا قتل کر دے تو وہاں کے عدالتی نظام کے تحت جرم نہیں ہے۔

> A jew who murders a gentile is guilty only of sin against the law of heaven not punishable by court.(۱۱۱)

اسرائیل کے قانون کے مطابق 92% فیصد زمین اسرائیلی مملکت کی ہے جس کو ایک اسرائیل ادارہ Israel land Authority کنٹرول کرتا ہے۔ اس اتھارٹی کو دو عالمی یہودی تنظمیں چلاتی ہیں جن کے نام Jewish National Found (JNF) اور World Zionist organizatgion ہے۔(۱۱۲) ڈاکٹر شاحق لکھتے ہیں۔

> All Non-jews (not only all Palestinians) are prohibited from benefiting from these lands. The prohibition applies even to Israeli Arabs who served in the Israili army and reached a high rank.)(۱۱۳)

فلسطینیوں کے قتل عام کے بارے میں ماہنامہ ترجمان القرآن، معروف اسرائیلی مورخ ایلان پاپ (Ilan Pape) جو 2007 تک حیفہ یونیورسٹی میں پروفیسر رہے ہیں، کی کتاب The Ethnic cleansing of palist کے حوالے سے لکھتا ہے: ”دسمبر 1947 سے 1949 تک فلسطینیوں کا مسلسل 31 بار قتل عام ہوا۔ یہودیوں نے فلسطینیوں کی 418 بستیاں صفحہ ہستی سے مٹا دیں“(۱۱۴) ماہنامہ مذکورہ مؤرخ کے حوالے سے مزید لکھتا ہے کہ موصوف نے جنوری 2008ء میں مانچسٹر میٹر و پولیٹین یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ”جس طرح فلسطینیوں کا نسلی صفایا ہوا ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد اسرائیل نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قتل عام کر کے نصف سے زیادہ فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ہے، جو اب دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔(۱۱۵) یہ دہشت گردی کی تاریخ کا وہ تسلسل ہے جو انبیاء کے قتل سے شروع ہو کر فلسطینیوں کے قتل تک آپہنچا ہے۔ اپنے انبیاء کی قاتل قوم غیریہودی نسل کے لوگوں کی طرف انسان دوستی کا ہاتھ کیسے بڑھا سکتی ہے یہ سوچنا بھی حماقت ہے۔

اخلاقی گراوٹ کے لحاظ سے بھی اسرائیل دنیا کے ممالک میں صف اوّل پر ہے آج انسانیت جس بداخلاقی و بدکرداری کی طرف جا رہی ہے اس میں بھی مکمل طور پر اسرائیل کا ہاتھ ہے۔ یہودی نیٹ ورک میں Fox Life چینل کے شرمناک پروگرام اور انٹرنیٹ پر حیا سوز فلمیں یہودی بداخلاقی کی زندہ تصویر ہیں۔ تل ابیب قوم لوطیت کا دنیا میں ایک بڑا مرکز ہے۔ یہاں کا Gay Pride centre مشہور ہے جہاں ہر سال ایک لاکھ Gay جلوس نکالتے ہیں۔(۱۱۶)

اسرائیل میں شراب سازی کی صنعت بڑے زوروں پر ہے تقریباً دو درجن کارخانے اسرائیل میں شراب بناتے ہیں۔ یہاں کی تیار کردہ شراب فرانس جو شراب سازی میں سے سب سے آگے ہے، کی شراب سے زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ شراب کے بنانے کے لئے بوتیک شراب ساز کارخانے (Boutique Wineries) قائم کئے گئے ہیں۔ ان میں مشہور بوتیک یروشلم کے مغرب میں جوڈیا کے پہاڑوں میں ہے۔ اس کی تیار کردہ شراب کو مسلسل تین سال (Wine of the year) کا اعزاز مل چکا ہے۔(۱۱۷)

فحاشی کے پھیلاؤ کے لئے Enlightenment کی اصطلاح یہودی تاریخ کی ایجاد ہے۔ جس کے مطابق اٹھارویں صدی میں مشرقی یورپ کے آرتھوڈکس یہودیت کی تحریک برائے تحفظ یہودی تہذیب اٹھی تو اسی دور میں اس کے برعکس مغربی یورپ میں یہودیوں میں اخلاقیات سے آزادی کی تحریک چلی۔ اس تحریک کا کرتا دھرتا ایک یہودی موسیٰ فیندلسن (Moses Mondelessohn) 1786 عیسوی تھا:

> "As such mondelessohn became a symble and reform and liberalism-a reform of belief and in religious matters"۔(۱۱۸)

اس تحریک کو مزید تقویت انقلاب فرانس اور نپولین کی فتوحات نے مہیا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودیوں نے اپنی معاشرتی حیثیت کو بہتر بنانے کے لئے اخلاقی آزادی Emancipation۔ آزاد خیال

Liberlism اور Enlightenment روشن خیال کی بنیاد پر Reform Judaism کے نام سے یہودی مذہب میں ایک تبدیلی قبول کی۔(۱۱۹) اس روشن خیالی کے نتیجے میں یہودی سوسائٹی میں تین بڑے کام ہوئے:

۱۔ مذہب اور معاشرت دو الگ الگ چیزیں تسلیم کی گئیں، اس کے مطابق مذہبی لحاظ سے یہودیت کا مکمل وفادار رہتے ہوئے مغربی تہذیب کو مکمل طور پر اپنا لیا گیا۔ یہی چیز اب مسلمانوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

۲۔ یہودی لٹریچر کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کے تحت مسلمانوں کو یہ ترغیب دینا ہے کہ وہ اپنی تمام مذہبی کتب بشمول قرآن کو صرف دیگر زبانوں میں شائع کیا جائے اور اصل ٹیکسٹ سے جان چھڑوائی جائے۔ اسی بناء پر آج کل صرف تراجم قرآن شائع کرنے کی مختلف جانب سے کوششیں ہو رہی ہیں۔

۳۔ خواتین کو بھی صومعہ میں ربی کے طور پر قبول کیا گیا۔(۱۲۰) بالکل اسی انداز میں مسلم سوسائٹی میں بھی اس قسم کی کوشش کی جا رہی ہے کہ مساجد میں خواتین ائمہ رکھی جائیں۔ قارئین کو یاد ہو گا کچھ عرصہ قبل امریکہ کی کسی مسجد میں پینٹ شرٹ میں ملبوس ایک خاتون نے امامت کرائی تھی جس کی تصاویر معہ خبر اخبارات میں چھپی تھیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ہمارے ہاں بعض نام و نہاد مذہبی تنظیمیں تبلیغ دین کے بہانے عورتوں میں دروس قرآن کا اہتمام کرتی ہیں اور اس میں خواتین کی نماز باجماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ اصل مقصد تک پہنچے کا ایک ذریعہ ہے جس کی خاطر ان تنظیموں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ان تمام معروضات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ:

۱۔ اللہ کے احکام سے علی الاعلان رو گردانی کرنا اس قوم کا شیوہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں یہ قتل انبیاء سے بھی نہیں چوکے۔

۲۔ ہوس زر کی بناء پر بداخلاقی اور بدکرداری پھیلانا ان کے قومی کردار کا حصہ ہے۔ آج بھی یہودیوں کے ذرائع ابلاغ اس تسفیل میں لگے ہوئے ہیں۔

۳۔ مختلف عالمی اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے دنیا کی دولت کو سمیٹا جا رہا ہے۔

۴۔ پوری دنیا کے کسی بھی علاقے میں ہونے والی قتل و غارت گری میں ان کا پورا پورا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں John Parkans کی کتاب "Confession of an economic hit man" اور Andrew Carringtion کی Synagoge of Shatan کا مطالعہ

ضروری ہے۔

امریکہ کے اس متبنیٰ کی عالمی دہشت گردی اب اس حد تک بڑھی ہے کہ 9/11/2001 کو امریکہ نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو اس نے تباہ کرایا اور اس کی ذمہ داری ایک ایسے فرد پر ڈال دی جو شاید زندہ ہے بھی یا نہیں اگر زندہ ہے تو اپنی جان بچانے کے لئے چھپتا پھرتا ہے۔ ہماری مراد اسامہ بن لادن ہے۔ یہ ڈرامہ رچا کر مسلم علاقوں کو تاراج کیا گیا حالانکہ خود امریکی اداروں کی رپورٹ یہ ہے کہ یہ کام القاعدہ کا نہیں۔ چنانچہ مشہور امریکی رسالہ ٹائم کی رپورٹ ہے:

"Al-Qaeda is not responsible for the destruction of the world trade Center".(۱۲۱)

اب امریکہ سے باہر کی دنیا بھی یہ کہہ رہی ہے کہ یہ سب کچھ مسلم ممالک کو تاراج کرنے کے لئے صیہونیوں کے ایماء پر امریکن .C.I.A اور اسرائیلی ایجنسی موسادنے کیا ہے۔ چنانچہ اٹلی کے سابق صدر فرانسکو کوسی گا کا یہ بیان اٹلی کے سب سے مقبول اخبار Corrlere Della Sera میں چھپا جس میں انہوں نے کہا:

All the intelligence services of America and Europe now know well that the disastrous attack has been planned and realized from the CIA American and the Mosad with the aid of the Zionist World in order to put under accusation the Arabic Countries and in order to induce the western powers to take part in Iraq and Afghanistan.(۱۲۲)

اسرائیل کی یہ عالمی دہشت گردی ختم نہیں ہوئی ہے۔ یہ ایک آتشہ سے اب دو آتشہ ہوتی جا رہی ہے۔ حالات بتاتے ہیں کہ مستقبل میں اس نے دو کام کرنے ہیں: ان میں ایک تعمیر ہیکل ہے جس کی خاطر وہ عالمی امن عالم کو بھی بھسم کر دے گا۔ وہی ہیکل جس کا کوئی وجود نہیں ہے اور جس کو گرانے کی بات کر کے حضرت عیسیٰؑ مستوجب صلیب قرار پائے تھے۔ اور دوسرے ایسا عالمی صیہونی نظام جس کا اقتدار براہ راست اس کے ہاتھ میں ہوس کی خاطر اقوام متحدہ کو ایک عالمی حکومت کے طور پر تسلیم کرایا جائے گا مگر اس سے پہلے وہ تعمیر ہیکل کے ذریعے مسلم دنیا کا ردعمل دیکھنا چاہتا ہے ان کو اس عالم گیر صیہونی اقتدار کی نوید بائبل جو ان کی بدکرداریوں کی مسلمہ مقدس داستان ہے بتاتی

ہے جس کے مطابق ''ان کا بادشاہ (مسلمانوں کے مطابق دجال) گدھے پر سوار آ رہا ہے۔ جو قوموں کے درمیان انصاف قائم کرے گا وہ سمندر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک حکومت کرے گا دریائے فرات سے زمین کے آخری سرے تک اس کی حکمرانی ہو گی۔ وہ (یہودی قوم) اپنے دشمنوں کو برباد کریں گے۔ یہ دور بہت اچھا اور خوبصورت ہو گا ان کے نوجوان اناج اور شراب پر توانا ہونگے۔(۱۲۳) یہ ہے وہ نوید جس کی خاطر اسرائیل تعمیر ہیکل چاہتا ہے اسرائیل کے اس پروگرام کی تفصیلات دیکھنی ہوں تو صدر جانسن کے دور میں امریکی وائٹ ہاؤس کی ترجمان گریس ہال Grace) haulsell کی کتاب Forcing God's Hando کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔محترمہ نے اس کتاب کی تکمیل کے لئے بذات خود اسرائیل کا دورہ کیا اور اس بارے میں وہاں کے مذہبی اور سیاسی ارباب اقتدار کے خیالات سنے اور وہ حیرت زدہ ہیں کہ تمام یہودی اور Evenglican عیسائی مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل کی تعمیر کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔(۱۲۴) آخر اس تعمیر ہیکل کی کوشش وہ کیوں نہ کرے اور اپنے تاریخی مذہبی تمدن کو دوبار بحال کرنے کی جدوجہد کیوں نہ کرے جبکہ اس کی بشارت بائبل میں واضح طور پر موجود ہو''تب خدا نے کہا تم (اے بنی اسرائیل) جانتے ہو کہ میں تمہارا خدا ہوں مقدس پہاڑی جبل صیہون پر ہوں گا یروشلم ایک مقدس شہر ہو گا بیرونی حملہ آور اسے پھر فتح نہ کرسکیں گے پہاڑوں پر ہریالی اورچرنے والے جانوروں کی فراوانی ہو گی۔ ندیوں میں پانی بے شمار ہو گا اور ان میں سے ایک خدا کے ہیکل سے نکلے گی۔(۱۲۵)

محترم قارئین اس سے آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ ہیکل کی تعمیر ان کی خوشحالی اور مادی ترقی نیز مذہبی شعار کی بحالی کے لئے ضروری ہے اور ہر قوم کو اپنی خوشحالی اپنی مادی ترقی اور اپنے مذہبی کلچر کی بقاء اور ارتقاء کا حق حاصل ہے۔ اسرائیل کو بلاشبہ اس تمام کا حق حاصل ہے لیکن عرب علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کر کے نہیں۔ کیا کسی دوسری قوم کے مذہبی شعائر کو نقصان پہنچانے کا بھی حق حاصل ہے یقیناً نہیں ہے اس قسم کا حق اقوام متحدہ کے بنیادی حقوق کے ضابطوں سے لے کر کسی ملک کا کوئی ضابطہ نہیں دیتا۔ اس مقصد کے لیے اسرائیل مسجد اقصیٰ کو شہید کرنا چاہتا ہے اور مسجد اقصیٰ کی شہادت میں رکاوٹ بننے والے یا اس کی حفاظت کے تمام عوامل کو ختم کیا جا رہا ہے۔مسلمانوں کا باہمی اتفاق اس میں بڑی رکاوٹ تھا جس کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں میں عرب، عجم کی تقسیم پیدا کی گئی۔ (2005ء کے O.I.C کے اجلاس کے مشترکہ اعلامیہ میں اعلان مکہ میں بے حس عربوں نے یہ اعلان کرکے پوری مسلم دنیا کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی کہ عربوں کے مسائل عرب خود حل کریں گے) پھر عربوں کو تقسیم کیا جاتا ہے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کے ذریعے مصر کو باقی عربوں سے علیحدہ کیا گیا ہے۔

عراق، کویت اور سعودی عرب کو باہم لڑایا جا رہا ہے۔ اس وقت مسجد اقصیٰ کے تحفظ میں سب سے بڑی رکاوٹ ایک مسلم ایٹمی ملک (پاکستان) پاکستانی قوم اور افواج پاکستان ہیں۔ اس وقت پاکستان افغانستان سرحدی علاقے میں جو کچھ کرایا جا رہا ہے وہ پاکستانی کی ایٹمی صلاحیت پر قبضہ کرنے کے لئے کرایا جا رہا ہے اہل پاکستان کے مورال کو گرانے کے لئے مملکت خداداد پاکستان کی خاطر کچھ کر گزرنے والوں کو سامان عبرت بنایا ہے۔ بھٹو مرحوم، ضیاء شہید، محسن پاکستان ڈاکٹر قدیر خان وغیرہ کے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ اس سلسلے میں یہودیوں کے سب سے بڑے یہودی مربی سابق امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کا یہ بیان سامنے رہنا چاہیے۔ ''کہ پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں پر کنٹرول امریکہ کی پہلی ترجیح ہے پاکستان میں جمہوریت کا ارتقاء اور امریکی نیشنل سیکورٹی کے مفادات یکساں طور پر نہیں چل سکتے''۔(۱۲۶) اس سلسلے میں پاکستان کے مشہور روزنامے نوائے وقت 8 نومبر 2007 کا اداریہ ''امریکی منصوبہ'' کے عنوان سے تھا جس کے مطابق امریکہ نے پاکستان کے جوہری پروگرام پر قبضہ کرنے کے لئے فوج بھیجنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

یہودی، عیسائی اتحاد ہیکل کی تعمیر پر متفق ہیں۔ اس کا ایک ثبوت پاکستان میں بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور سے فروخت کی جانے والی اردو بائبل ملاحظہ ہو۔ جس کے آخر میں ''ہیکل کی عمارت کا پلان'' کا عنوان دیگر تعمیر ہیکل کا پورا نقشہ دیا ہوا ہے یہ کتاب میں نے چند دن پہلے خود خریدی ہے۔ اس سے پہلے بائبل میں اس قسم کے نقشے نہیں ہوتے تھے۔ مسجد اقصیٰ کی بقاء و عدم بقاء اور تعمیر ہیکل کے سلسلے کے یہ ظاہری حالات ہیں۔ ہیکل کے نام پر عالمی دہشت گردی مچانے والوں کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰؑ کی زبانی ہیکل کی تخریب کی پیشگوئی پوری ہی تب ہوتی ہے جب کہ یہ قیامت تک نہ بن سکے۔ نبی کی یہ پیشگوئی بہرحال پوری ہو کر رہے گی اور بائبل کی یہ بات بھی پوری ہو کر رہے گی جس میں یسعیاہ نبی نے فرمایا تھا۔ اے یروشلم مقدس شہر اپنا خوشنما لباس پہن لے کیونکہ آگے کوئی مختون یا ناپاک تجھ میں کبھی داخل نہ ہو گا۔(۱۲۷) اور قرآن کریم نے یہی بات یوں فرمائی تھی:

''واذ تَاذَّن ربک لیبعثنَّ علیھم الیٰ یوم القیامة من یّسومھم سو ء العذاب''

(الاعراف 167/7)

''تیرے رب نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ ان (یہود) پر قیامت کے دن تک کسی ایسے کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو شدید عذاب میں مبتلا رکھے''۔

آج کی دنیا کے فرعونوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ذہنوں میں رکھنا چاہیے جو اس نے اس قوم کے

بارے میں بائبل اور قرآن میں بیان کیا ہے آخری فیصلے اس خالق و مالک اور حاکم کائنات ہی کے چلتے ہیں۔ اس صورتحال میں دیکھنا یہ ہے کہ مملکت خدادا د پاکستان کے اصل اہل اقتدار کیا کرتے ہیں یہاں پاکستان کے عوام مذہبی اور سیاسی طبقے کی ملی غیرت اور سیاسی سمجھ بوجھ کا امتحان ہے۔

معمار حرم! باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ہنگٹن، پی، سموئیل، ''تہذیبوں کا تصادم'' صفحہ 12 تلخیص ترجمہ عبدالمجید طاہر، نگار اشاعت پبلشرز 24 مزنگ روڈ لاہور۔

۲۔ Good New Bible, Genises18/18

۳۔ Every man's Talmud by Abrahim Cohin, Page 61 Schocken Books New york 1975.

۴۔ Ibid Page No. 60

۵۔ Ibid Page No. 66

۶۔ Ibid Page No. 81

۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، جز پیدائش 17/16 بائبل سوسائٹی انارکلی، لاہور۔

۸۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، پیدائش 10/22۔

۹۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ پیدائش، 1/16....10

۱۰۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ پیدائش، 15/17۔

۱۱۔ Good News Bible, Genises, 22/2

۱۲۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، خروج، 1/8۔

۱۳۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، پیدائش25-26/17

۱۴۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، پیدائش5-6/21

۱۵۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، خروج 8/1....20۔

۱۶۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، پیدائش، 8/38...9۔

۱۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، خروج، 36/12۔

۱۸۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، گنتی، 2/14...6۔

۱۹۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، استثنا، 14/4...15۔

۲۰۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، استثنا، 4/6...5 مرقس، 30/12۔

۲۱۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، خروج، 2/20....5۔

۲۲۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، استثنا، 3/17...5۔

۲۳۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، خروج، 12/20...20۔

۲۴۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، استثنا، 17/1...18۔

۲۵۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، حزقی ایل، 18/3...20۔

۲۶۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، گنتی، 8/31...10 استثنا، 10/20...20۔

۲۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، خروج، 1/13...3۔

۲۸۔ Peak's commontryu on the Bible by Mathew and Rowley-1949 Glasgow U.K.

۲۹۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، خروج، 2/32....4۔

۳۰۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، خروج، 1/25...15۔

۳۱۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، استثنا، 3/17...5۔

۳۲۔ القرآن الکریم۔ البقرہ 247/2 و ا۔ سموئیل، 27/10۔

۳۳۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، استثنا، 5/21...6۔

۳۴۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، پیدائش، 10/49۔

۳۵۔ Good News Bible, Matthew 22/21

۳۶۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ا۔سموئیل، 21/9۔

۳۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی 1/1۔

۳۸۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ا۔ سلاطین، 1/9...10۔

۳۹۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، پیدائش، 8/12...12۔

۴۰۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، عاموس، 5/6...6۔

۴۱۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ہوسیع، 2/4...4۔

۴۲۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، عاموس، 10/5...15۔

۴۳۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ہوسیع، 9/4...10۔

۴۴۔ Good New Bible, Hosea 4/14

۴۵۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبد البر (463ھ) حافظ، جامع بیان العلم و فضله، 40/1 دارالفکرللطباعة والتوزیع بیروت 1404ھ۔

۴۶۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ہوسیع، 8/4...10

۴۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ہوسیع، 1/5

۴۸۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، عاموس، 10/5

۴۹۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ا۔ سلاطین، 22/18...23

۵۰۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ہوسیع، 8/9

۵۱۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ا۔سلاطین، 33/16

۵۲۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ہوسیع، 16/13

۵۳۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، عاموس، 4/2...8

۵۴۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یسیعاہ، 6/57...7

۵۵۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، حزقی ایل، 5/6

۵۶۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یرمیاہ، 8/5...9

۵۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ا۔سلاطین، 24/14

۵۸۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، حزقی ایل، 1/22...15

۵۹۔ عابدہ علی، پروفیسر، ''عورت قرآن و سنت اور تاریخ کے آئینے میں'' صفحہ 781 قرآن منزل سمن آباد لاہور۔

۶۰۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یرمیاہ، 12/8

۶۱۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یسعیاہ، 11/5...12

۶۲۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یسعیا ہ، 12/56

۶۳۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یسعیاہ، 23/1۔

۶۴۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یسعیاہ، 1/10...5۔

۶۵۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یرمیاہ، 13/22...14۔

۶۶۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، میکاہ، 10/6...11۔

۶۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یرمیاہ، 10/8۔

۶۸۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یرمیاہ، 14,13/23۔

۶۹۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، حزقی ایل، 25/22...30۔

۷۰۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، حزقی ایل، 11,10/44۔

۷۱۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یرمیاہ، 4/15...6۔

۷۲۔ ''قبولیت کا راز'' اوریا مقبول جان،ہفت روزہ ''ضرب مؤمن'' 20 تا 26جون 2008ء صفحہ 6۔

۷۳۔ ندوی، حبیب الحق، سید''فلسطین اور بین الاقوامی سیاست'' صفحہ 201 بک شاپ، جامع کراچی۔

۷۴۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، زکریا، 16/1۔

۷۵۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، لوقا، 1/1...27۔

۷۶۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ،نحمیاہ، 22/9۔

۷۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، گنتی، 2/25...5۔

۷۸۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، قضاۃ، 11/2...15۔

۷۹۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، زبور، 21/78...25۔

۸۰۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، ا۔سلاطین، 18/17...20۔

۸۱۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی، 19/6۔

۸۲۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی باب 5، 6ملخصا۔

۸۳۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی، 29,28/7۔

۸۴۔ دریابادی، عبدالماجد مولانا، '' تفسیر ماجدی'' صفحہ 254 تاج کمپنی، لاہور۔

۸۵۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی،12/21۔

۸۶۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ،ططس کے نام 10/1...12۔

۸۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی باب 23ملخصاً۔

۸۸۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی، 24/17...27۔

۸۹۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی باب 26 ملخصاً۔

۹۰۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی باب 40/27۔

۹۱۔ Talmud, Sahedrin 67a

۹۲۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی، 1/26...3۔

۹۳۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، متی، 38/23...39۔

۹۴۔ فاروقی، عماد الحسن، ''دنیا کے بڑے مذاہب'' صفحہ 249 مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور۔

۹۵۔ دنیا کے بڑے مذاہب صفحہ نمبر 92۔

۹۶۔ صدیقی، مظہر الدین ''اسلام اور مذاہب عالم'' صفحہ 89 ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

۹۷۔ دائرۃ المعارف اسلامی، مضمون (القدوس) جامعہ پنجاب لاہور۔

۹۸۔ اسرار عالم، ''مسلمانوں کی اخلاقی صورتِ حال''۔

۹۹۔ Armstrong, Karren ،"The Battle for God" ترجمہ ''خدا کے لیے جنگ'' مترجم محمد احسن بٹ صفحہ 31 نگار اشاعت مزنگ لاہور۔

۱۰۰۔ ایضاً صفحہ 65۔

۱۰۱۔ ندوی، حبیب الحق، پروفیسر سید ''فلسطین اور بین الاقوامی سیاست'' صفحہ 320 تا 330 تک ملخصاً۔

۱۰۲۔ The Synagoge of Satan by Andrew Carrington Hitchock, Translated in Urdu (شیطانی کنسیہ) by Tariq ismail Sagar, Page 179, Tahir Sons Publisher Urdu Bazar Lahore.

۱۰۳۔ ایضاًصفحہ 189

۱۰۴۔ ایضاًصفحہ 187

۱۰۵۔ ایضاًصفحہ 197

۱۰۶۔ Henary Ford I,our International Jews, Page 198, Motamaral-Alam-Islamic P.O.Box No. 5030 Karachi No. 02

۱۰۷۔ David Roan, "Arab and Israel Page 40

۱۰۸۔ ''اسرائیل عالمی مافیا مرکز بن گیا'' محمد انیس الرحمٰن'' صفحہ 22، ہفت روزہ ندائے ملت یکم تا 7 مئی 2008ء لاہور۔

۱۰۹۔ "Jewish Histroy and Jewish State" Page No. 6, Download Copy "Shahak, Israil"

۱۱۰۔ Ibid Page No. 13

۱۱۱۔ Ibid Page No. 63

۱۱۲۔ Ibid Page No. 06

۱۱۳۔ Ibid Page No . 05

۱۱۴۔ اسرائیل کے 60سال، فیض احمد شہابی، ماہنامہ ترجمان القرآن جون 2008ء، لاہور۔

۱۱۵۔ ایضاً۔

۱۱۶۔ بٹ، محمد احسن، جدید اسرائیل کی تاریخ، صفحہ 78، دارالشعور، لاہور۔

۱۱۷۔ ایضاً صفحہ 204۔

۱۱۸۔ Religions in the Modern World edit by Linda Woodhead. Page,133 Routledge Taylor and Franics Groups London and New York 2002

۱۱۹۔ Historia Religionum by edited by C.Jouco Bleeker and Geo Widengren 2/26 E.J.Brill Netherlands 1969

۱۲۰۔ Bowker, John, "World Religions" Page No. 139, Dorling Kindershy 200 UK.

۱۲۱۔ What we last, Levgrossman Page No. 28 Time weekly U.S.A

۱۲۲۔ بحوالہ نائن الیون۔ پردہ اٹھتا ہے، خورشید احمد پروفیسر، صفحہ 37 ماہنامہ ترجمان القرآن فروری2008ء، لاہور۔

۱۲۳۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، زکریا باب 9 ملخصاً۔

۱۲۴۔ Sell, Grace Hall, "Forcing Gods Hand" Page No.104

۱۲۵۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یوایل 16/3...20۔

۱۲۶۔ آپریشن گڈنائٹ پلان، محمد انیس الرحمٰن، صفحہ 7،ہفت روزہ ندائے ملت20 تا 26مارچ 2008ء۔

۱۲۷۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، یسعیاہ 1/52...2۔

☆☆☆☆☆